# البرہانُ الجلی

## ڈاکٹر طاہرالقادری کی کتاب" القول القوی فی سماع الحسن عن علیؓ "
## کا تحقیقی مطالعہ

## Al-Burhan-al-Jali fi Radd al-Qaul Al-Qawi

محمد اشرف ساجد

# البُرهان الجلی

# فی ردّ

# القول القوی

# Al-Burhan-al-Jali fi Radd al-Qaul Al-Qawi

# البرہان الجلی
# فی ردّ
# القول القوی

## Al-Burhan-al-Jali fi Radd al-Qaul al-Qawi

**ڈاکٹر طاہرالقادری کی کتاب**

**" القول القوی فی سماع الحسن عن علیؓ " کا**

**تحقیقی مطالعہ**


تالیف:

محمد اشرف ساجد



ناشر

دار التراث الاسلامی
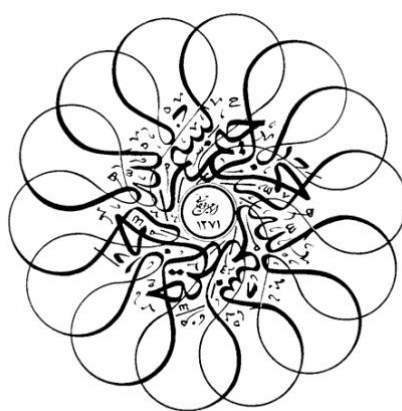
کتاب
البرھان الجلی فی ردّ القول القوی
تالیف
محمد اشرف ساجد
ناشر
دار التراث الإسلامي
اشاعت
رمضان المبارک ١٤٣٦ھ/جون 2015ء

## فہرست

تقدیم ........ 8
سلسلہ ہائے تصوف اور حضرت حسن بصریؒ ........ 13
قادری صاحب کا اپنا بیان ........ 16
القول القوی کے ابتدائی صفحات پر عمومی تبصرہ ........ 19
* القول القوی – ص 16-18* ........ 19
ایک اوراہم بات: ........ 20
* القول القوی – ص -22* ........ 22
* القول القوی – ص -28* ........ 23
علامہ کلا باذی کا کلام: ........ 23
* القول القوی – ص -40* ........ 24
* القول القوی – ص -42* ........ 24
اثبات سماع حسنؒ عن علی کے بارے قادری صاحب کے بیان کردہ دلائل ........ 25
مثبت کو منفی پر مطلقاً ترجیح نہیں ہوتی: ........ 25
قادری صاحب کی دوسری دلیل: ........ 26
قادری صاحب اور ضعیف، موضوع روایات سے استدلال ........ 26
علامہ شاطبی اپنی کتاب" الاعتصام" میں لکھتے ہیں ........ 26
ضعیف راویان ........ 27
مظالم بنوامیہ اورحضرت حسنؒ کی روایات ........ 29
بنو ہاشم اور بنو امیہ میں از دواجی رشتے داریاں ........ 31
"اتحاف الفرقہ" کی روایات کی تعداد اور قادری" طرز عمل" ........ 32
"القول القوی" میں بیان کی جانےوالی روایات کا تحقیقی مطالعہ ........ 33
روایت نمبر 1 "رفع القلم عن ثلاثة" ........ 33
روایت نمبر 2: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ ........ 34

روایت نمبر 3: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ ........................................ 34

روایت نمبر 4: أَمَّا إِذَا أَوْسَعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا ........................................ 35

روایت نمبر 5: أفطر الحاجم والمحجوم ........................................ 36

روایت نمبر 06،07،08 ........................................ 37

روایت نمبر 9: مَنْ أَرْسَلَ بِنَفَقَةٍ فِي سَبِيلِ الله ........................................ 37

روایت نمبر 10: أفطر الحاجم والمحجوم ........................................ 38

روایت نمبر 12: افطرالحاجم والمحجوم ........................................ 38

روایت نمبر 13: قال هي ثلاث ........................................ 39

روایت نمبر 14،15: اقوال حضرت علیؓ ........................................ 39

روایت نمبر 16: کان یشرك الجد ........................................ 39

روایت نمبر 17: کنت رجلا مذّاءً ........................................ 40

روایت نمبر 18: مثل امتی مثل مطر ........................................ 40

اس روایت کے حوالہ سے چند مزید سوالات ........................................ 41

روایت نمبر 19 ونزغنا مافی صدورھم من غل ........................................ 42

روایت نمبر 20: وادبارالسجود ........................................ 43

روایت نمبر 21: قَالَ فِي الرَّهْنِ ........................................ 43

روایت نمبر 22: أَنَّهُمْ كَانُوا لا يَرَوْنَ ........................................ 44

روایت نمبر 23: قَدْ جَعَلْتُ إِلَيْكَ هَذِهِ السَّبْقَةَ ........................................ 45

روایت نمبر 24: إذا وسع الله علیکم ........................................ 46

روایت نمبر 25: الخلیة والبریة والبتة ........................................ 47

روایت نمبر 26: طُوبَى لِكُلِّ عَبْدٍ نُومَةٍ ........................................ 47

روایت نمبر 27: رفع القلم عن ثلاثة ........................................ 48
روایت نمبر 28: أفطر الحاجم والمحجوم .................................. 48
روایت نمبر 29: كَفَّنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ........................... 48
روایت نمبر 30: مَنْ قَالَ فِي كُلِّ يَوْمٍ ........................................ 49
روایت نمبر31: صَافَحْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .................... 50
روایت نمبر32: شهدت عليا بالمدينة ........................................ 51
روایت نمبر33: رأى عليا والزبير التزما ................................... 51
روایت نمبر 34: قد كان الحسن فی زمان علی ............................ 52
ایک اور اہم مبحث ............................................................... 52
روایت نمبر35: كان الحسن البصری یوم بو یع ........................... 53
کتاب سے ہٹ کر دیگر متعلقہ مباحث .......................................... 54
سماع (حدیث سننے) اور دیکھنے میں فرق ................................. 54
مسجد نبوی کے حوالہ سے چند مباحث ........................................ 55
دیگر سوالات - جن کے جوابات ضروری ہیں .................................. 56
چوغہ / خرقہ والی کہانی ........................................................ 57
کیا "اتحاف الفرقة برفو الخرقة" علامہ سیوطی کی ہی کتاب ہے؟ ..................... 58
اہل علم کی سماع حسنؒ عن علیؓ کے حوالہ سے رائے .............................. 59
ضعیف حدیث کے ضعف کو جانتے ہوئے بیان نہ کرنے والا ................... 61
المصادر والمراجع ............................................................... 62
الحواشي ......................................................................... 69

## تقدیم

### مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے قلم سے

ڈاکٹر طاہر القادری کی معنوی تحریف اورتلبیس کاری

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جناب ڈاکٹر طاہر القادری عصر حاضرکی ایک متنازعہ شخصیت ہی نہیں ہیں بلکہ وہ احمد رضا قادری بریلوی کے بعد ایسی دوسری شخصیت ہیں جو قرآن وحدیث کی معنوی تحریف کرنے میں اپنے پیش رو احمد رضا خاں کی طرح نہایت دلیر ہیں ۔ علاوہ ازیں مشرکانہ عقائد اور مبتدعانہ اعمال کے اثبات میں، جو دین سے بے خبرنام نہاد مسلمانوں میں رائج ہیں، موضوع اور من گھڑت روایات سے استدلال کرنے میں بھی نہایت شوخ چشمانہ جسارت کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ اور یہ اس "وصف خاص" میں بھی اپنے پیش رو "امام" احمد رضا کے سچے پیروکار ہیں۔

اور وجہ اس کی ظاہر ہےکہ جب شرک کو توحید اور بدعت کو سنت باور کرادیا جائے گا تو اس کے لئے خوف خدا سے بے نیازی کا جذبہ اتنی زیادہ مقدار میں ہونا ضروری ہے۔کہ نہ قرآن کریم کی آیات میں معنوی تحریف کرنے میں اس کو کوئی دریغ ہو اورنہ من گھڑت روایات پیش کرنے میں اس پر وارد جہنم کی سخت وعید کیاس کو کوئی پروا ہو، کیونکہ اس کے بغیر شرک کو توحید اور بدعت کو سنت ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

گویا ان دونوں حضرات ( امام اور مقتدی یا پیر اور مرید ) نے جس خود ساختہ مذہب کی پیشوائی کا منصب سنبھالا ہے ، کیونکہ وہ مشرکانہ عقیدوں اور بدعات کا معجون مرکب ہے، اس لئے اس کے اجزائے شرک و بدعت کو "صحیح" باور کرانا ان کے پیشہ ورانہ منصب کی ذمہ داری بھی ہے اور پیشوائی کے تحفظ کا تقاضا بھی۔

چنانچہ دیکھئے! ان کے مشرکانہ عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالِم ماکانَ وما یکُونُ ہے۔( جو کچھ ہوچکا اور جو ابد تک ہوگا وہ سب اللہ کے علم میں ہے) اسی طرح نبی کریم ﷺ بھیعالِم ماَ کانَ وما یکُونُ کی صفت الٰہی سے متصف ہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ یہ عقیدہ علم غیب چونکہ قرآنی تصریحات کے یکسر خلاف ہے، قرآن آپ ﷺ کی بابت واضح الفاظ میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے، اس لئے ان دونوں حضرات (پیر اور مرید) نے یہ شوخ چشمانہ جسارت کی ہے کہ قرآن میں معنوی تحریف کرکے قرآن کے ترجمے میں یہ عقیدہ لکھ دیا ہے تاکہ بے علم عوام یہ سمجھیں کہ یہ مشرکانہ عقیدہ تو قرآن سے ثابت ہے۔ملاحظہ فرمائیں! پہلےاحمد رضاخاں کا ترجمہ: خَلَقَ الاِنسَانَ " انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا"

قرآن میں الانسان، جنس بشر کے لیے استعمال ہوا ہے، کسی خاص بشر کے لیے نہیں ۔اس میں یہ تحریف کی کہ انسان سے عام انسان یا جنس انسان مراد نہیں بلکہ مراد صرف ایک خاص انسان حضرت محمدﷺ ہیں۔یہ تحریف اس لیے کی گئی کہ اس کے بغیر اگلی آیت کے معنی میں تحریف ممکن نہیں تھی اور اس میں تحریف کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کا اثبات ناممکن تھا۔اس لیے اس کے بعد کی آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے: وعلمہ البیان (سورۃ الرحمن) " ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا"اس آیت میں ایک تحریف تو یہ کی گئی کہ آیت کامفہوم تو عام ہے، یعنی تمام انسانوں کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا بھی کیا اور ان کو قوت گویائی بھی عطا کی۔یعنی اپنے مافی الضمیر کے بیان کرنے کی قدرت وطاقت عطا کی۔جس سے بہائم

،وحوش وطیور محروم ہیں۔مترجم نے اسے ایک خاص انسان کے لیے خاص کردیا جو منشائے الہٰی کے یکسر خلاف ہے۔دوسری تحریف اس کے معنی میں یہ کی گئی کہ اس سے انسانوں کی قوت گویائی کے بجائے ما کان وما یکون کا بیان (علم ) مراد لیاجو ہرگز مراد الہٰی نہیں ہے۔بلکہ باطل فرقے کی باطل مراد ہے۔

طاہر القادری نے بھی اپنے ترجمہءقرآن "عرفان القرآن" میں سورۃ رحمن کی مذکورہ دونوں آیات کا وہی مفہوم بیان کیا ہے جو ان کے "اعلیٰ حضرت"نے معنوی تحریف کرکے لیا ہے۔ ملاحظہ ہو، دوسرے"اعلیٰ حضرت" کا ترجمہ، جو ہمارے ہم عصر ہیں۔ خلق الانسان (اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا کیا) علمہ البیان (اسی نے اسے (یعنی نبی برحقﷺ کو ما کان وما یکون کا) بیان سکھایا)

یعنی ان دونوں آیات کے ترجموں میں وہ تمام معنوی تحریفات موجود ہیں جو اس سے قبل ان کے"اعلیٰ حضرت" نے اپنے مشرکانہ عقیدے کے اثبات کے لیے کیں (فنعوذباللہ من ھذا) فتشابھت قلوبھم واعمالھم وعقیدتھم

دوسری مثال: اس باطل فرقے کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ نورمن نوراللہ ہیں، اس لیے یہ فرقہ آپ کو "بشر "تسلیم نہیں کرتایہ عقیدہ بھی قرآن کریم کی صراحت کے یکسر خلاف ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہء ابن اللہ کے مشابہ ہے جس میں شائبہ شرک ہے۔ یہ عقیدہ بھی اس وقت تک ثابت نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ قرآن میں معنوی تحریف نہ کی جائے۔کیونکہ قرآن میں واضح الفاظ میں کلمہءحصر کے ساتھ انما انا بشر مثلکم (الکھف) کہا گیا ہے۔چنانچہ ان دونوں ادنیٰ واعلیٰ حضرات نے اس آیت کے ترجمے میں بھی معنوی تحریف کردی ۔"اعلیٰ حضرت"نے ترجمہ کیا۔

قل انما انا بشر مثلکم"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں"

ادنیٰ حضرت کا ترجمہ: "فرما دیجئے میں تو صرف (بخلقت ظاہری) بشرہونے میں تمہاری (مثل) ہوں (اس کے سوا اورتمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو)"

غور فرمائیے، قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ کلمہءحصر سے اپنے پیغمبر کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروا رہا ہے کہ میں تو صرف تم جیسا ایک بشر ہوں۔

خیال رہے اس آیت میں صرف آپ کی جنس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ آپ انسانوں کی جنس سے ہیں ۔جنّوں یا فرشتوں کی جنس سے نہیں۔جہاں تک آپ کی فضیلت کا تعلق ہے اس کا جنسیت سے کوئی تعلق نہیں، وہ آیت کے اگلے ٹکڑے میں واضح کردی گئی ہے کہ آپ بلا شبہ ایک انسان ہیں لیکن شرف وفضل کے اعتبار سے آپ نہایت ممتاز اور اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں اور وہ ہے وحی ورسالت سے نوازا جاناجس سے دوسرے انسان محروم ہیں۔

لیکن ان دونوں کے ترجموں میں عقیدہء بشریت رسولﷺسے انکار کے لیے معنوی تحریف کی گئی ہے۔"ظاہر صورت بشری"یا "بخلقت ظاہری" دونوں کا مفہوم ومآل ایک ہی ہے، یعنی بشریت رسول کا انکار، جس کا اظہار اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے لیکن دونوں حضرات اس حقیقت قرآنی کے خلاف ایک اور آیت قرآنی کے ترجمے میں ان دونوں حضرات کی چابک دستی اور فنکاری ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے "اعلیٰ حضرت " کا ترجمہ: سورۃ تغابن، آیت نمبر6 ذالک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینت فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا"یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے"(کنزالایمان)

ادنیٰ حضرت کا ترجمہ: "اور یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے تھے: کیا (ہماری ہی مثل اور ہم جنس) بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ سووہ کافر ہوگئے "(عرفان القران)

یہاں اللہ تعالیٰ پچھلے رسولوں کی بابت وضاحت فرما رہا ہے کہ ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آتے تو کہتے کہ یہ تو ہم جیسا ہی انسان ہے، یہ ہمیں کس طرح راہ دکھا سکتا ہے؟ (یعنی انسان ہادی اور رسول نہیں ہوسکتا) چنانچہ اس بشریت رسول کی وجہ سے انہوں ان کو رسول ماننے سے انکار کرکے کفر کا راستہ اختیار کرلیا۔لیکن ان دونوں ترجموں میں ایک مغالطہ انگیز اسلوب اختیار کیاگیا ہے کہ ایک عام آدمی یہ سمجھے کہ انہوں نے رسولوں کو بشرقرار دیا، اس وجہ سے وہ کافر ہوگئے۔

حالانکہ آیت کاوہ مفہوم ہے جو ہم نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول کو اس لیے ہادی ماننے سے انکار کیا کہ یہ تو ہم جیسا ہی بشرہے، یہ ہماری ہدایت کے لیے رسول بن کر کس طرح آسکتا ہے؟ او ر اپنے اس زعم باطل کی وجہ

سے رسولوں پر ایمان لانے سے انکار کر کے کافر ہو گے۔

چنانچہِ " اعلیٰ حضرت "کے ترجمہء قرآن کے حاشیہ نگار نے بھی آیت کا یہی مفہوم سمجھا ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ اس کا واقعی مفہوم یہی ہے۔" اعلیٰ حضرت " کے ترجمے پر حاشیہ ملاحظہ فرمائیں یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا۔اور یہ کمال بے عقلی ونا فہمی ہے۔ پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا"

صحیح ہے: جادو وہ جو سرچڑھ کر بولے

اعلیٰ حضرت نے تو ترجمے میں مخصوص فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہو ئے ایسا اسلوب اختیار کیا کہ رسول کو بشر مانناء وجہ کفر نظر آئے۔لیکن حاشیہ نگار نے بھانڈا پھوڑ دیاکہ وجہ کفر رسول کو بشر کہنا نہیں بلکہ رسولوں کا بشر ہونا ان کے لیے کفر کاسبب بن گیا پھر اس سے بھی بڑھ کر قرآنی عقیدے کی توضیح ان کے قلم سے یہ بیان ہوئی کہ بشر کے رسول ہونے کا انکار کمال بے عقلی ونافہمی ہے۔

بریلوی علم کلام معنوی تحریفات اور تلبیس کاریوں سے پر ہے

یہ دو مثالیں تو" مشت از خروارے "کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کا تو سارا علم کلام ہی یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں کی طرح معنوی تحریفات اور تلبیس کاریوں کا مصداق ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون(البقرۃ:79)

ترجمہ: طاہرالقادری کے "عرفان القران" سے۔

"پس ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کما لیں، سو ان کے لیے اس (کتاب

کی وجہ) سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے تحریر کی اور اس (معاوضہ کی وجہ) سے تباہی ہے جو وہ کما رہے ہیں"

موضوع روایات کی بھر مار

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں معنوی تحریفات کے علاوہ ان کا دوسرا حربہ ضعیف اور موضوع (یکسر من گھڑت) روایات سے، بغیر کسی ادنیٰ سے خوف کے، استدلال کرنا ہے۔ حالانکہ جھوٹی حدیثوں کی بابت رسول

اللہ ﷺ نے اتنی سخت وعید بیان فرمائی ہے، مَن کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأ مَقعَدَه مِنَ النَّارِ (صحیح البخاری، حدیث :3461) "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا (میری طرف من گھڑت حدیث منسوب کی) اس کا ٹھکانا جہنم ہے"

اتنی سخت وعید کے باوجود اس فرقے کے اکابر واصاغر بڑے دھڑلے سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں موضوع حدیثیں بیان کرتے اور ان سے استدلال کرتے ہیں ڈاکٹر طاہر القادری بھی عوامی خطیب ومقرر ہونے کے علاوہ متعدد کتابوں کا مصنف بھی ہے لیکن جس طرح تقریروں میں وہ موضوع حدیثوں سے گرمیءمحفل کا سامان مہیا کرتا ہے،اسی طرح اس کی کتابیں بھی "موضوعات شریف"سے بھری ہوئی ہیں۔اس اعتبار سے اس شخص کی کتابوں سے بہت سے پی ،ایچ،ڈی کرنے والوں کو ان کے مقالے کے لیے وافر مقدار میں موضوع احادیث مل سکتی ہیں۔کاش یونیورسٹیوں کے ذمہ داران یا طلباءاپنے ڈاکٹریٹ کے لیے یہ موضوع منتخب فرمائیں،اس کا موضوع حسب ذیل ہو۔ "ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں میں موضوع روایات کی استنادی حیثیت" ان کو اپنے مقالے کے لیے نہایت آسانی سے وافر مقدار میں مواد مل جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس شخص کی کتابوں میں موضوع روایات چند ایک ہی نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں ۔اہل علم وتحقیق کو ضرو راس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

چند سال قبل کسی صاحب نے طاہرالقادری کی چند (دس) مستدل موضوع روایات کی بابت استفسار کیا تھا جس کے جواب میں الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اس فن اسماءالرجال میں بڑی مہارت رکھتے تھے، ان دس جھوٹی حدیثوں کی أصل حیثیت اپنے رسالہ "الحدیث"حضرو میں واضح کردی تھی۔ جزاہ اللہ أحسن الجزاء

ضرورت ہے کہ اس فرقہ ضالہ کی مستدل موضوع روایات کی تحقیق وتخریج کا کام وسیع پیمانے پر کیا جائے تاکہ ان کی تلبیس کاریوں کا پردہ چاک ہواور عوام الناس ان کے دام ہم رنگ زمین سے محفوظ ہوں۔ کاش کسی صاحب علم وتحقیق کو یہ توفیق ارزانی ہو۔

ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں میں سے ایک کتاب "القول القوی فی سماع الحسن عن علیؓ "بھی ہے اس کا موضوع عنوان بالا سے واضح ہے۔ یعنی حسن بصری ر حمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔

یہ اصول حدیث کا ایک اہم مبحث ہے کہ جو راوی کسی سے روایت بیان کررہا ہے اس نے اس سے واقعی حدیث سنی ہے؟اس کے لیے محدثین ایک اورعلم،علم اسماءالرجال سے مدد حاصل کرکے راوی اور مروی عنہ (جس سے روایت کی گئی ہو)دونوں کے حالات دیکھتے ہیں ، اگر دونوں کا زمانہ ایک ہو،دونوں کی رہائش بھی ایک یا قریب قریب ہو،تاریخ ولادت ووفات کے اعتبار سے

ملاقات اور ایک دوسرے سے استفادہ ممکن ہو،یا کسی کی معتبر شہادت ہو،یا ان کی اپنی صراحت ہو تو راوی اور مروی عنہ کی ملاقات اور سماع کو صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔اور سلسلہ روایت میں اور نقص نہ ہو تو اس حدیث یا روایت کو متصل اور صحیح ماناجاتا ہے۔لیکن اگر سماع (سننا) اور لقاء(ملاقات کرنا) ہی ثابت نہ ہو تو اس روایت کو منقطع کہا جاتا ہے۔ جو ناقابل قبول اور غیر صحیح ہوتی ہے۔

سلسلہ تصوف کی بنیاد، جو شریعت کے متوازی ایک خودساختہ نظام ہے، اس دعوے پر قائم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسن بصری ؒکو ایک خرقہ (چوغہ) عطا کیا تھاجو اس بات کی اجازت تھی کہ تم نے مجھ سے جو طریقت ومعرفت کا فیضان حاصل کیاہے، تم اس کو آگے پھیلانے کے مجاز ہو۔اور یوں تصوف کے نام پر ساری خرافات کا منبع (نعوذباللہ) سیدنا حضرت علی المرتضیؓ کوباور کرایا جاتا ہے۔

طاہر القادری نے بھی اسی سماع حسن بصریؒ کوثابت کرنے کے لیے موضوع اور بے سند روایات کے ذریعے سے زور لگایا ہے، جو اس کی تمام کتابوں کا امتیاز ہے۔

فاضل مصنف حفظہ اللہ نے نہایت مضبوط علمی دلائل سے تمام مستدل روایات کا بے بنیاد ہونا ثابت کرکے واضح کردیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓکا دامن ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ جو حضرت حسن بصریؒ کے واسطے سے ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ حضرت حسن ؒکا ان سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔فاضل مصنف اس علمی وتحقیق کاوش پر تحسین وتبریک اور قدر افزائی کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کی یہ باطل شکنی اہل باطل کے لیے گرز البرز شکن ثابت ہو۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد،

(حافظ) صلاح الدین یوسف، لاہور - رجب المرجب ۱۴۳۶ھ ۔اپریل۲۰۱۵ء

إن الحمد لله، الحمد لله نحمده ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأ شهد أن محمداً عبدُه ورسولُه
{يَا أَيها الذين آ مَنُوا اتقُوا اللهَ حَق تُقَاته ولا تموتن إلا وأنتم مُسلمُون}[1]
{يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً}[2]
{يَا أيها الذين آ منوا اتقوا الله وقولوا قَولاً سَديداً يُصلح لَكُم أعما لكم وَ يَغفرلَكُم ذُنُوبَكُم وَ مَن يُطع الله وَ رَسُولَهُ فَقَد فَازَ فَوزاً عَظيما}[3]

أما بعد:

فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة وكل ضلالةٍ في النار

فعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

'إذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ: إلاَّ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ'[4]

سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اور مُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَه کہتے ہیں

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّى بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ" [5]

اس روایت کو امام مسلم نے اپنی دو اسناد کے ساتھ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے علم کے باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

## سلسلہ ہائے تصوف اور حضرت حسن بصریؒ

بر صغیر – بلکہ ساری دنیا – میں تصوف کے تمام مروجہ "خود ساختہ" سلسلے مثلاً قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نظامیہ، وغیرہ بالآخر حضرت حسن بصریؒ کے توسط سے ہی حضرت علیؓ سے ملتے ہیں، سوائے"خود ساختہ" سلسلہ نقشبندیہ کے جو حضرت سلمان فارسیؓ کے توسط سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے ملتا ہے۔

انہی سلاسل کو "بزعم خود" سند مہیا کر نے کے لئےبعض لوگوں نے حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کا سماع حدیث ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہوئے رطب ویابس جمع کرنے سے بھی گریز نہیں کیا- جبکہ حضرات محدثین کے نزدیک حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ

[1] أل عمران 102
[2] النساء 1
[3] الأحزاب 70-71
[4] صحيح البخاري، كتاب الأدب،
مسلم في الصحيح، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، واللفظ له، والثلاثة–أبو داود، الترمذي، النسائ
[5] صحيح مسلم، باب وُجُوبِ الرِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاتِ وَتَرْكِ الْكَذَّابِين

کا سماعِ حدیث ثابت ہی نہیں ہے کیونکہ موجودہ کتب احادیث کے ذخائر سے حضرت حسن بصریؒ کی بیان کردہ ایسی کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں کی جا سکی جسے انھوں نےبذات خود حضرت علیؓ سے سن کر اور ان کا نام لے کر روایت کیا ہو۔ اب اگر حضرت حسن بصریؒ کی کڑی درمیان سے نکل جائے تو نتیجۃً مروجہ تصوف کے ان تمام "خود ساختہ" سلاسلِ طریقت کا محل زمیں بوس ہو جاتا ہے اسی بناء پر مدت سے اہل تصوف ایڑی چوٹی کا زور لگا کر حضرت علیؓ سے حضرت حسنؒ کا سماع ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن 'اے بسا آرزو کہ خاک شدہ' کے مصداق آج تک کسی صحیح سند کے ساتھ اپنے مؤقف کو ثابت نہ کر سکے ۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کی کتاب " القول القوی فی سماع الحسن عن علیؓ " بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

"یہ تمام روایات صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا اور ان سے بکثر ت طریقت ومعرفت کا فیضان حاصل کیا تھا۔"[6]

مذکورہ بالا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے صحیح دلیل کی ضرورت ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ قادری صاحب اپنے دعویٰ " سماع حسنؒ عن علیؓ" کے حوالہ سے کوئی بھی صحیح دلیل نہ لاسکے ۔ ان کا پورا کتابچہ " چونکہ، چنانچہ، لہٰذا" جیسے دلائل سے معمور ہے۔ جبکہ کسی بھی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے صرف ایک ہی صحیح دلیل کافی ہوتی ہے۔

اس مقالہ - البرہان الجلی فی رد القول القوی- میں قادری صاحب کے اس دعویٰ کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہوئے یہ بتایا جائے گا (ان شاء اللہ) کہ حضرت علیؓ سے حضرت حسنؒ بصری کا سماع ثابت نہیں۔

## حضرت حسن بصریؒ کی ولادت کہاں ہوئی؟

یہ سوال کہ حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش کہاں ہوئی اور ان کی پرورش کس مقام پرہوئی، بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر اسی ایک سوال کا درست جواب دے دیا جائے تو سماع حسنؒ عن علیؓ کا مسئلہ حل ہو جاتاہے۔ لہٰذا آیئے اس بات کا علمی اعتبار سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اس حوالہ سے بنیادی ماخذ پر ہی اعتبار کیا جا سکتا ہے کیونکہ بعد والوں کی تحقیق دراصل ا نہی پر مبنی ہے۔

## الطبقات الکبریٰ - ابن سعد

حضرت حسن سے زمانے کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب مؤرخ وسیرت نگار، مغازی کے امام علامہ ابن سعد (168-230ھ) ہیں ۔ان کی شہرہ آفاق کتاب الطبقات الکبریٰ اس وقت متداول ہے۔ وہ آپ کی ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

" وولد الحسن بالمدینۃ لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر بن الخطاب"[7]

خلافت حضرت عمر بن خطاب کے ابھی دو سال باقی تھے کہ حضرت حسن بصری کی مدینہ میں ولادت ہوئی

اس کے دو سطر بعد آپ کی پرورش کے بارے لکھتے ہیں:

---

[6] القادری؛ ڈاکٹر محمد طاہر، القول القوی فی سماع الحسن عن علی (زیر تبصرہ کتاب)، ص85

[7] الطبقات الکبریٰ 3883

ونشاء الحسن بوادی القری[8]"

حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش اور پھر نشوونما (پرورش)کے حوالہ سے علامہ ابن سعدؒ کا یہ بیان انتہائی توجہ کے قابل ہے۔ کوئی ایسا قرینہ، کوئی وجہ اورکوئی ایسی واضح دلیل نہیں جس کی بنیاد پر ان کے اس بیان کو رد کیا جائے ۔ لہٰذا یہ بات ماننا پڑے گی کہ جناب حسن بصریؒ کی نشوونما وادی القریٰ i میں ہی ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے وادی القریٰ جانے کا تذکرہ کسی مورخ نے نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ آپ واقعہ کا ہی انکار کر دیں۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ لہٰذا عدم ذکر کبھی عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ان عدم الذکر لایستلزم عدم الوجود۔

اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ کسی نے حضرت حسن بصریؒ کا وادی القریٰ جانے کا تذکرہ نہیں کیا لہٰذا ن کی وہاں موجودگی اور نشوونما کا ذکر ہی کیا۔ جبکہ دوسری طرف قوی شہادتیں موجود ہیں کہ ان کی نشوونما وادی القریٰ ہی میں ہوئی۔

## المعارف-ابن قتیبہ الدینوریؒ

علامہ ابن قتیبہ الدینوری (213ھ-276 ھ) علامہ ابن سعد (168-230ھ) کے ہم عصر ہیں وہ اپنی کتاب المعارف میں لکھتے ہیں

"نشأ الحسن بوادی القری[9]"

ان کے بعد آنے والے لوگوں کے کچھ حوالہ جات:

## وفیات الأعیان-ابن خلکان

ابن خلکان(608ھ) نے اپنی معروف کتاب وفیات الأعیان میں حضرت حسن بصریؒ کا ترجمہ بیان کیا ہے۔ ان کا بیان بھی یہی ہے کہ حسن بصری ؒ کی نشو ونما وادی القریٰ میں ہی ہوئی۔

لیکن انہوں نے صرف حضرت حسن بصریؒ کی پرورش کا ہی ذکرکیا ۔ وہ لکھتے ہیں:

ونشأ الحسن بوادی القری"[10]

کہ حضرت حسن بصریؒ کی نشو ونما، پرورش وادی القریٰ میں ہوئی ۔البتہ یہ بات کہتے ہوئے انہوں نے حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔ چونکہ انہوں نے ابن سعد ہی کا تتبع کیا ہے لہٰذا پیدائش کے حوالے سے ان کا موقف معلوم ہے۔

## انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مضمون نگار کا بیان طبقات ابن سعد کے بیان کے مطابق ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش (21ھ-642ء) مدینہ منورہ میں ہوئی بعد ازاں ان کی پرورش مدینہ

---

[8] ایضاً
[9] المعارف ص 440
[10] وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، 156

کے قریب وادی القریٰ میں ہوئی[11] اور جنگ صفین کے ایک سال بعد بصرہ چلے گئے ۔ آپ نے نوجوانی کے ایام میں مشرقی ایران کی لڑائیوں میں حصہ لیا اس کے بعد وفات تک بصرہ ہی میں مقیم رہے روایات کے مطابق اپنے خاندان کے ساتھ آپ کا قیام14سال کی عمر تک رہا

الطبقات لابن سعد، المعارف لابن قتیبہ، وفیات الاعیان لابن خلکان علاہ ازیں ابن حجر، نووی، کرمانی اورانسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے بیانات کے مطابق حضرت حسن ؒ کی پرورش مدینہ کے قریبی قصبہ وادی القریٰ میں ہوئی۔ اس بیان کی روشنی میں محدثین کا یہ فرمانا کہ "حضرت حسنؒ نے حضرت علیؓ کو دیکھا لیکن ان سے حدیث کا سماع نہیں کیا "بالکل درست اور حقیقت کے قریب ہے۔

اور رہی یہ بات کہ حضرت حسن کا اپنا بیان ہے کہ 'میں ازواج مطہرات کے گھروں میں جاتا تھا تو انکے حجرات کی چھتوں کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا' تو عرض ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے۔
اس میں ایک راوی حریث بن السائب کو امام ابن ابی حاتم الرازی نے" ضعيف، جابر الجعفي أحب إلينا منه" [12] جبکہ حافظ ابن حجر نے'' صدوق يخطئی" قرار دیا ہے دیگر ائمہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ امام احمد بن حبنل کہتے ہیں۔'' شيخ بصري روى حديثا منكرا عن الحسن عن حمران عن عثمان"[13]

امام زکریا الساجی نے بھی انہیں ضعیف قرار دیا ہے'' ادخله في ضعفائه"[14] وقال زكريا الساجي: ضعيف[15]

امام ابو داؤد کہتے ہیں'' ليس بشئي"[16] امام ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں۔'' رواياته لينة"

ابن جوزی کہتے ہیں:

حُرَيْث بن السَّائِب الْمُؤَذّن بَصرِي: ضعفه السَّاجِي وَقَالَ احْمَد بن حَنْبَل روى عَن الْحسن حَدِيثا منكرا[17]

بعض دیگر ائمہ جیسے يحيى بن معين، یعقوب الفسوی وغیرہ نے اسے صالح، ثقہ بھی کہا ہے

علامہ البانی نے اس کی ادب المفرد کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے

## قادری صاحب کا اپنا بیان

قادری صاحب اپنی کتاب کے شروع میں "نشأته"کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

[11] Hasan al-Basri "Brill Encyclopedia of Islam", Vol 3,P247
[12] الجرح والتعدیل،1180
[13] تهذيب التهذيب،431
[14] الكامل في ضعفاء الرجال،
[15] ميزان الاعتدال
[16] سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل
[17] الضعفاء والمتروكون (792)

نشأ الحسن بن يسار في الحجاز بمكان يسمى "وادي القرى"[18]

حضرت حسن کی نشوونما کے حوالے سے قادری صاحب کا اپنا بیان ہی ان کے خلاف ہے کہ حضرت حسن کی پرورش حجاز کی وادی القریٰ میں ہوئی۔" یہ بات لکھ کر گویا قادری صاحب اپنا مقدمہ شروع میں ہی ہار گئے جس مسئلے کو ثابت کرنے اور بقول انکے علامہ سیوطی کے ادھورے کام کو تکمیل تک پہنچانے کی وہ بات کررہے ہیں اسی کے خلاف دلائل دے رہے ہیں۔اسے کہتے ہیں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

عربی زبان کی مشہور لغت لسان العرب میں ہے

ونشأ ينشأ نشأ ونشوءا ونشاء: ربا وشب. ونشأت في بني فلان نشأ ونشوءا: شببت فيهم ونشأت في بني فلان

مطلب یہ ہے کہ میری پرورش بنی فلاں میں ہوئی اور میں جوانی کی عمر کو پہنچا۔

قادری صاحب نے یہاں نشأ کےمعنی پرورش پانا ہی لئے ہیں۔ لہٰذا یہ بات ممکن نہیں کے نشأ سے پیدا ہونایا زندہ ہونا مراد لیا جائے (اگرچہ نشأ کے معنی پیدا ہونا، زندہ ہوناکے بھی ہیں) یعنی قادری صاحب حضرت حسن کی پرورش کو وادی القریٰ میں ہی مانتے ہیں۔ لہٰذا جب نشوو نما، پرورش ہی وادی القریٰ میں ثابت ہے تو پھر مدینہ میں ان کاموجود ہونا چہ معنی دارد؟ اور اگر مدینہ میں کچھ وقت کے لئے موجود ہونا تسلیم بھی کیاجائے تو کب اور کتنی عمرمیں مانا جائے؟ واضح طور پر صرف دودھ پینے کی عمر تک یا بچپن کا تھوڑا عرصہ مدینہ میں ان کاموجود ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت حسن بصریؒ نے اپنے بچپن سے جوانی کی عمر تک کا عرصہ وادی قری ٰمیں گزارا۔ لہٰذا قادری صاحب کے اپنے قول کے مطابق حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت حسن بصریؒ ایک وقت میں ایک ہی جگہ (مدینہ یا وادی قریٰ) موجود ہو سکتے تھے اوروہ وادی قریٰ میں موجود رہے۔

اب چلتے چلتے ذرا "ربَّی " کا معنی بھی دیکھتے چلیں کیونکہ جناب قادری صاحب نے نشأ کے بعد اسی کا استعمال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"وربي في بيت من بيوت رسول الله---"

لسان العرب دیکھئے

رَبَوْتُ في بَني فلان أَرْبُو نَشَأْتُ فيهم

المعجم الوسيط میں ہے

ورَبّاهُ فلانا: غَذّاه ونشّأه

[18] القادری؛ ڈاکٹر محمد طاہر، ایضاً ص14

(ربي) في بني فلان ربوا وربوا نشأ فيهم

یہ بات واضح ہے کہ دونوں الفاظ(نشأ اور ربَّی) کا ایک ہی مطلب ہے اور وہ ہے پرورش پانا ، پروان چڑھنا

لفظ پرورش کے انگریزی مطالب اس طرح سے ہیں:

Fostering, rearing, breeding, patronizing; nourishment, nutrition; maintenance, support, protection, nurture, education; patronage

اب اس بات کی وضاحت تو قادری صاحب ہی کر سکتے ہیں کہ ان کی نقل کردہ دونوں متعارض عبارتوں میں سے درست عبارت کس کو سمجھا جائے؟کیونکہ اس موقع پر تو ان کے اصول " اذا تعارضا تساقطا" نے بھی ہاتھ کھڑے کر رکھے ہیں۔ اور صورت حال یہ ہے کہ 'نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'

دراصل حق بات وہی ہے جو قادری صاحب کہہ کر بھی کہنا نہیں چاہ رہے کہ حضرت حسن بصریؒ دراصل مدینہ میں پیدا ہوئے لیکن ان کی پرورش وادی القریٰ میں ہوئی کیونکہ نشأ/ تربیت کا جو عرصہ مسلّم تصور کیا جاتا ہے وہ شیر خواری یعنی دو سال کی عمر سےشروع ہو کر تیرہ تا اٹھارہ سال تک ہوتا ہے[19]۔ لہٰذا حضرت حسنؒ کا امہات المومنین کے گھروں میں آنا جانا اور حضرت علیؓ سےملاقات اور سماع جناب قادری صاحب کے اپنے بیان کی روشنی میں ہی غلط ٹھہرا۔ گویا میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس ساری گفتگو کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ طبقات میں ابن سعد اوروفیات میں ابن خلکان (حضرت حسن بصریؒ سے سب سے قریب ترین ماخذ یہی ہیں) کے بیانات أقرب الی الصواب ہیں[iii]۔ باقی سب لو گوں نے ان سے ہی نقل کیا ہے۔ اگرچہ بعض متاخرین نے اپنے فہم سے یا اپنے مقاصد کیلئے ان کی پرورش کو مدینہ میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن بلادلیل ہونے کی بنیاد پران اقوال کی کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ اعلم

طبقات ابن سعد ہی میں حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کا خطبہ سنتے ہوئے ان کو بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی حالت میں دیکھا[iv] تو اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی[20]۔

پندرہ سال کی عمر میں حضرت حسن بصریؒ مدینہ میں موجود تھے یعنی اپنی پرورش کا سارا عرصہ وادی القریٰ میں گزارنے کے بعد وہ جس وقت کا تذکرہ کر رہے ہیں انہی ایام میں مدینہ میں ان کا ورود ہوا اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کا خطبہ سنا[21]۔ یعنی ۲۱ھ میں وہ پیدا ہوئے پندرہ سال

---

[19] دیکھئے Encyclopedia Wikipedia، Encyclopedia Britannica

[20] طبقات، ابن سعد 157/1

[21] اگرچہ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے۔

کی عمر میں مدینہ میں حضرت عثمان کا خطبہ سن رہے ہیں ۳۶ھ کے آخر یا۳۷ھ کے شروع میں ہی بصرہ چلے گئے اور وفات تک وہیں قیام کیا۔

## القول القوی کے ابتدائی صفحات پر عمومی تبصرہ

ترانوے (93) صفحات[v] (عربی – اردو ترجمہ دونوں ملاکر) پر مشتمل قادری صاحب کی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کو جزم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اس رسالہ میں "عقلی ونقلی دلائل اور براہین قاطعہ" [22] سے سماع حسن بصریؒ عن علیؓ ثابت کیا گیا ہے۔ جبکہ معاملہ اس کے بالکل بر عکس ہے ۔ جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ بات واضح ہے کہ "نقلی دلائل" اگر ثابت ہوں تو"عقلی دلائل" کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ اگر کسی کے پاس کسی مسئلہ میں "برہان قاطع "موجود ہو تو کمزور دلائل کا انبار لگانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

القول القوی کے مصنف جناب قادری صاحب نے اپنے رسالہ میں علامہ سیوطی کی طرف منسوب ایک رسالہ کو بنیاد بنایا ہے اور بقول انکے قبل ازیں علامہ جلال الدین السیوطی نے سماع حسن بصریؒ عن علی ؓ پرکچھ کام کیا تھا لیکن اب اس (گویا ادھورے) کام کو انکے "جامع علمی کتابچے "نے پائہ تکمیل تک پہنچایا ہے ۔[23]

قادری صاحب نے اپنے رسالہ مذکورہ میں پینتیس (35) روایات ذکر کی ہیں - اس تعداد کی حقیقت بھی آگے آئے گی ان شاء اللہ- لیکن یہ بات باعث حیرت واستعجاب ہے کہ نفس مسئلہ کے حوالہ سے کوئی ایک روایت بھی صحیح بیان نہیں کی، الا ماشا اللہ۔

ڈاکٹر قادری صاحب کی پوری کتاب میں موجود روایات کے مکمل جائزہ کے بعد اگر یہ بات کہی جائے کہ یہ کتاب دراصل "القول الضعیف" ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کی بیان کردہ تمام روایا ت ضعیف روایات ہیں ۔ آئندہ صفحات میں آپ ہرروایت کے حوالہ سے اس کا درجہ صحت بھی ملاحظہ کریں گے ۔ ان شاء اللہ۔

## * القول القوی – ص 16-18*

كانت امّ سلمة زوج النبي تبعث امُّ الحسن في الحاجة------ بثديها

وكانت امّ سلمة تخرج الحسن الى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو صغير------------ الى الناس)[24]

تہذیب الکمال کی یہ روایت دراصل محمد بن خلف الوکیع کی کتاب"اخبار القضاۃ" سے لی گئی ہے۔ جبکہ اسکی اسناد مرسل ہیں۔ اور مرسل با لا تفاق ضعیف ہے لہذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔[25]

مذکورہ بالا عبارت کی سند یوں ہے

---

[22] القول القوی ص 11، مقدمہ
[23] ایضاً
[24] ایضاً ص 16
[25] اخبار القضاہ، ص 234

قال القاضي أبو بكر الضبي المعروف بـ (وكيع) في كتابه (أخبار القضاة) (2/5):

"حدثني أحمد بن زهير قال: أخبرنا محمد بن سلام قال: حدثنا أبو عمرو الشعاب قال: كانت أم سلمة----- فتسكته بثديها"

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:
"قلت: إسنادها مرسل"[26]

اس کی اسناد منقطع ہیں اور منقطع روایت ضعیف ہی کی ایک قسم ہوتی ہے۔

کیونکہ اس واقعہ کے راوی ابو عمرو الشعاب (محمد بن مهزم) اور نفس واقعہ کے درمیان مفارقت ہے جس بناء پراس کی سند واقعہ مذکورہ (دودھ پلانے کا واقعہ) کا مشاہدہ کرنے والے تک نہیں پہنچتی جس کا اس واقعہ میں ذکر نہیں ۔ اوربدیہی بات ہے کہ أبو عمرو بذات خود واقعہ کا شاہد نہیں ہے

مزید برآں اس روایت میں (فتسكته بثديها) سےدودھ جاری ہونے کا مطلب کشید کرنا قطعاً غلط ہے۔ اس سے بچے کو چپ کرانا مقصود ہے اور ایسا اکثر علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ عورتیں روتے ہوئے بچے کو چپ کرانے کے لئے اپنی چھاتی سے لگا لیتی ہیں اس سے بچے کو دودھ پلانا مقصود نہیں ہوتا۔

## ایک اوراہم بات:

اگر حضرت ام سلمہؓ کے دودھ پلانے کے واقعہ کو جناب قادری کسی کرامت سے منسلک کرنے کی کوشش نہ کریں تو ان سے سوال ہے کہ جب حضرت ام سلمہؓ کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ غزوہ أحد کے بعد فوت ہوگئے اور اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ کی کوئی أولاد ہی نہیں ہوئی تو کئی سالوں بعد، بچے کی پیدائش کے بغیر، وہ حضرت حسن بصریؒ کو اپنی چھاتی سے دودھ کیونکر پلا سکتی ہیں؟

یقیناً ایسا نہیں ہوا جیسا قادری صاحب باور کرانا چاہ رہے ہیں۔ 'بر سبیل تنزل 'اگر ایسا ہونا مان لیا جائے تو پھر یہ بھی عجائبات عالم میں ایک بہت بڑا عجوبہ ہی ہوگا

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی والدہ "خیرہ "حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں اور آپ کے نواسوں وغیرہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی انہی کی تھی کیونکہ وہ ایک شیر خوار بچے (حسن بصری) کی ماں تھیں اگر حضرت ام سلمہؓ دودھ پلانے والی ہوتیں تو حضرت حسن بصریؒ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کے نواسوں وغیرہ کو دودھ کیوں پلاتیں؟

تہذیب التہذیب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں

قال عبد الله بن عمرو الرقي عن يونس بن عبيد عن الحسن عن أمه أنها كانت ترضع لأم سلمة[27]

---

[26] سير أعلام النبلاء ص 565
[27] تهذيب التهذيب 2/264

یعنی حضرت حسن بصریؒ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کے لیے رضاعت کے معاملات انجام دیتی تھیں۔

الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ، قادری صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت بھی نقل کی ہے

كانت أمه ربما غابت فيبكي الصبي فتعطيه أم سلمة ثديها تعلله به إلى أن تجيء أمه فدرعليها ثديها فشربه فيرون أن تلك الحكمة والفصاحة من بركة ذلك

اس روایت کی سند یوں ہے

قال أبو الشيخ حدثنا عبد الله بن محمد بن أبي كامل حدثنا هوذة بن خليفة عن عوف الأعرابي قال كان الحسن بن جارية لأم سلمة فبعثت أم سلمة جاريتها في حاجة فبكى الحسن بكاء شديدا فرقت له أم سلمة فأخذته فوضعته في حجرها وألقمته ثديها فدر عليه لبن فشرب منه

أبو نعیم کی کتاب "الحلیہ" میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ہے

"فكان يقال إن المبلغ الذي بلغه الحسن من الحكمة من ذلك اللبن الذي شربه من أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم"[28]

اس روایت کا ایک راوی عوف الأعرابی ثقہ ہونے کے باوجود اس واقعہ کا شاہد نہیں ہے بلکہ وہ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوا۔ موصوف حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش کے تقریباً 40 سال بعد پیدا ہوئے ان کی پیدائش 58،60 یا 61 ہجری میں ہوئی[29]جبکہ حضرت حسن بصریؒ 21 یا 23 ہجری میں پیدا ہوئے۔ لہذا یہ سند منقطع ہونے کی بناء پر ضعیف ہے

اسی روایت کا ایک اور راوی عبد اللہ بن محمد بن ابی کامل ابو محمد الفزاری ہے جس کے بارے **حافظ ابن حجر** لسان الميزان **میں کہتے ہیں:** "أتى عن هوذة بن خليفة بخبر منكر. قال: حدثنا هوذة، حَدَّثَنا عوف عن الحسن قال: ما كلمت امرأة قط أعقل من عائشة".[30]

یعنی ہوذہ بن خلیفہ سے راوی عبد اللہ بن محمد کی روایت منکر ہے جس میں اس نے یہ کہا ہے کہ ہوذہ اس کو عوف سے بواسطہ حسن روایت بیان کرتا ہے کہ اس نے عائشہؓ سے زیادہ عقلمند کسی عورت سے بات نہیں کی ۔
اسکی یہ بات اس لیے غلط ہے کیونکہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عائشہؓ سے کچھ نہیں سنا۔

مزید برآں یہ مجہول الحال بھی ہے کسی بھی محدث سے اس کی توثیق منقول نہیں ہے۔جبکہ اس کی روایات بھی منکر ہیں لہذا اس کی روایت سے دلیل لینا جائز نہیں ہے۔

اسی روایت کا ایک دوسرا راوی "ہوذہ بن خلیفہ" ہے جس کے متعلق یحییٰ بن معین کہتے ہیں" هوذة عن عوف ضعيف" کہ ہوذہ جب عوف سے روایت کرے تو اس کی روایت ضعیف ہے

---

[28] العوالي (رقم -2)، الحلية، رقم (1853)، تهذيب الكمال، 6/118
[29] تهذيب الكمال، ایضاً
[30] لسان الميزان، 1433

لہذا اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کا حضرت حسن بصریؒ کو دودھ پلانا ثابت نہیں ہے۔

**قارئین کی معلومات کے لئے:**
حضرت ام سلمہؓ **(ہند بنت ابی امیہ)** نے سنہ ۶۳ ہجری میں ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ان کی ساری اولاد (چار بچے -دو بیٹے اور دو بیٹیاں) حضرت ابو سلمہ ؓ سے ہی تھی
حضرت ام سلمہؓ کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ:
سنہ ۳ ہجری میں حضرت ابو سلمہ ؓ (حضرت ام سلمہؓ کے شوہر) غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ لڑائی میں ان کا ایک بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا۔ علاج سے بظاہر صحت یاب ہو گئے لیکن چند ماہ بعد اسی زخم کے پھرسے ہرا ہونے کی بناء پر آپ ؓ شہیدہو گئے۔

علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں حضرت حسن بصریؒ بارے بیسیوں اقوال نقل کیے ہیں۔ اور یہ تذکرہ (حضرت حسن بصریؒ) تہذیب الکمال کے ص۹۵ سے لیکر ص۱۲۶ تک پھیلا ہوا ہے ۔
قادری صاحب نے ان ۳۲ صفحات میں سے صرف ایک قول نقل کیا اور وہ بھی ضعیف۔ حالانکہ "گلشن میں علاج تنگیء داماں بھی 'تھا' "

اسی تہذیب کے صفحہ نمبر۹۷ سے ایک صحیح قول بھی نقل کیا جارہا ہے ۔ تاکہ صحیح اور ضعیف کا فرق سامنے آسکے ۔ تذکرہ حسن بصریؒ (ص ۹۵ تا۱۲۶) کے تحت علامہ مزی لکھتے ہیں:

"رأى على ابن ابی طالب وطلحة بن عبيد الله، وعائشة ولم يصح له سماع من احدٍ منهم" [31]

کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہ ؓ وحضرت عائشہ ؓ کو دیکھا مگر ان میں سے کسی سے بھی حضرت حسن بصریؒ کاسماع ثابت نہیں۔

نوٹ: اسی صفحہ۹۷ سے قادری صاحب نے حضرت حسن بصریؒ کے تلامذہ کی فہرست نقل کی۔ لیکن مذکورہ بالا قول نقل کرنے سے احتراز کیا۔ نجانے کیوں؟

## * القول القوی – ص -22*

قادری صاحب نے حلیۃ الاولیاءکے حوالہ سے حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "أدركت سبعين بدريا"

بشرط صحت، یہ روایت ستر بدریوں کو دیکھنے پر دلیل تو بنائی جاسکتی تھی لیکن سماع کے لیے نہیں- کیونکہ اس کے لیے قادری صاحب کو اتنی دور جانے کے ضرورت نہ تھی جبکہ حافظ المزی نےہی تہذیب الکمال میں حضرت حسن بصریؒ کے تذکرہ میں حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد سے نقل کیا ہے ۔

---

[31] تہذیب التہذیب ص 97

"وقال همام بن يحيیٰ عن قتادة: واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری واحدٍ شافهة"[32]

کہ جناب حسن ؒ نے کسی بھی بدری صحابی سے ملاقات کی بات ہی نہیں بتائی۔ یہی بات أبي يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي (البسوي) نے کتاب المعرفة والتاريخ میں خود حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کر کے لکھی ہے۔

"قال قتادة حدثنا الحسن انه (ما) لقی أحدا من البدريين شافهة بالحديث"[33]

حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد قتادہ کہتے ہیں کہ جناب حسن بصریؒ نے انہیں خود بتایا کہ انہوں نے کسی بھی بدری صحابی سے بالمشافہ حدیث سننے کے حوالہ سے ملاقات نہیں کی۔

یہی بات طبقات ابن سعد میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔
"عن قتادة قال لم يحدثنا الحسن أنه شافه أحد من أصحاب بدر"[34]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہے کہ حلیۃ الاولیاءکا بیان مجمل ہے جس میں یہ وضاحت قطعاً نہیں ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے بدری صحابی سے کوئی حدیث سنی یا نہیں۔ جبکہ دوسرے اقوال جو حافظ المزی اور ابی یوسف البسوی اور ابن سعد سے منقول ہیں ان میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے کسی بھی بدری صحابی سے حدیث سننے کے حوالہ سے کوئی ملاقات نہیں کی۔[35]

مزید برآں حلیۃ الاولیاءو طبقات الاصفیا ءکی اس روایت پرامام ابوداؤد کی کمزور جرح بھی موجود ہے۔ اور یہ ایک مقطوع روایت ہے۔[36]

## * القول القوی – ص -28 *

### علامہ کلا باذی کا کلام:

جناب قادری نے اپنے رسالہ کے صفحات (29-24) –عربی اردو دونوں- پر علامہ کلاباذی کی ایک عبارت نقل کی ہے ۔ لیکن اس پوری عبارت کو پڑھیےاور بتائیے کہ قادری صاحب کی اس "کلا بازی "میں سماع حسن بصریؒ عن علیؓ کا تذکرہ کدھر ہے؟ 'ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے'

بلکہ علامہ کلاباذی کی عبارت میں جہاں مختلف لوگوں سے سماع حسن بصریؒ کا تذکرہ ہے وہاں حضرت علیؓ کا نام نہیں ہے۔ علامہ کلاباذی نےکل ساتِ افراد کا نام لے کر بتایا کہ ان لوگوں سے حضرت حسن بصریؒ سے روایت بیان کی ہے[37] اگر انہوں نے حضرت علیؓ سے بھی کوئی روایت بیان کی ہوتی ان کا نام بھی سماع حدیث والوں کی فہرست میں ہوتا توعلامہ کلاباذی ضرور تذکرہ کرتے۔

---

[32] تہذیب الکمال للمزي
[33] المعرفة والتاريخ ج:2 ص:21
[34] طبقات کبیر، ابن سعد، (3883) ج 9، ص 157
[35] المعرفة والتاريخ، ایضاً
[36] لسان المیزان: "رجل سوء قاله ابوداؤد"
[37] علامہ کلا باذی کی فہرست "حدث عن أبي بكرة وعمرو بن تغلب ومعقل بن يسار وجندب بن عبد الله وسمرة بن جندب وعبد الرحمن بن سمرة وانس بن مالك"

## * القول القوی – ص 30-38*

تدریب الراوی کے حوالہ سے حضرت حسن بصریؒ کی مرسل روایات بیان کرنے کی وجہ کے حوالے سے ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس قصہ کو علامہ سیوطی نےشرح علل الترمذی سے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے۔

اس روایت کے راوی محمد بن موسی الحرشي، ثمامہ بن عبیدۃ اور عطیۃ بن محارب کی حیثیت کتاب کے آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ ویسے اختصاراً عرض ہے کہ یہ آخری دو راوی مجہول اور ضعیف ہیں۔

مزید برآں شرح علل الترمذی - جہاں سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے - میں اس روایت کے بعد یہ بھی لکھا ہوا ہے "وھذا اسناد ضعیف، ولم یثبت للحسن سماع حسن عن علی"[38] یعنی اس روایت کی اسناد عدم سماع حسن بصریؒ عن علیؓ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

## * القول القوی – ص -40*

طبرانی کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک روایت (أنا مدينة العلم وعلي بابها) نقل کی گئی ہے[39] (جو بنفسہ ایک موضوع روایت ہے) چونکہ اس روایت کا زیر تذکرہ موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا۔ البتہ تفصیل کے خواہشمند اس روایت کی حیثیت حواشی میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔[vi]

## * القول القوی – ص -42*

قادری صاحب نے اپنی تحقیق سماع حسن بصریؒ عن علیؓ کا آغاز یوں کیا ہے۔

ان الحسن ولد لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر با تفاق ۔۔۔۔الخ

آپ (قادری صاحب) نے یہ عبارت علامہ سیوطی کی کتاب "ا تحاف الفرقة برفو الخرقة"[40] سے نقل کی ہے جبکہ علامہ سیوطی نے بعدہ بطورحوالہ یوں لکھا ہے ۔

ذکر الحافظ جمال الدین المزی فی التھذیب واخرجه العسکری فی کتاب المواعظ بسنده۔۔۔۔۔۔الخ[41]

اب اسے کیا کہا جائے شاید سہواً ایسا ہوا ہے کہ روایت کے الفاظ نقل کرتے ہوئے اپنے موافق کلام کوتونقل کیا گیا لیکن اسی روایت میں پہلے یا بعد میں مخالفت والے کلام کو نقل نہیں کیا گیا۔علامہ سیوطی سے یہ بات بہرحال بعید نظر آتی ہے کہ وہ اس طرح کا طرزعمل اختیار کریں۔

---

[38] شرح علل الترمذی ابن رجب، ج 1 ص286

[39] القول القوي،

[40] دیکھئے زیر عنوان کیا" ا تحاف الفرقة برفو الخرقة " علامہ سیوطی کی ہی کتاب ہے؟

[41] إِتْحَافُ الْفِرْقَةِ بِرَفْوِ الْخِرْقَةِ، ص2

کیونکہ دیانت داری تقاضا کرتی ہے کہ کسی بھی موضوع پرآپ کسی صاحب کی کوئی بات نقل کریں تومو افقت اورمخالفت کے سارے اقوال ذکر کریں۔ مگر اس عبارت میں ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ حافظ جمال الدین المزی نے تہذیب میں اپنے اس کلام کے بعد یہ بات بھی نقل کی ہے

کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا لیکن ان سے حدیث نہیں سنی۔[42]

علامہ المزی کی تہذیب الکمال اور العسکری (اس پر تبصرہ آگے آ رہا ہے- ان شا اللہ) کی عبارات کو باہم خلط ملط کر کے لکھا گیا ہے تاکہ عبارت کا حذف محسوس نہ کیا جاسکے ۔ صورت حال یہ ہے کہ حافظ مزی کی عبارت کا ایک ٹکڑا نقل کیا اور پھر اس کے بعد آنے والی مخالفت والی عبارت حذف کر دی بعد میں العسکری کی عبارت (اگر یہ ثابت ہو تو) نقل کر دی اس کے بعد پھر حافظ مزی کا کلام نقل کر دیا۔[43]

## اثبات سماع حسنؒ عن علی کے بارے قادری صاحب کے بیان کردہ دلائل

قادری صاحب کی پہلی دلیل:

ان میں سب سے بڑی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ 'علماءاصول نے ترجیح کے اصول کے حوالہ سے یہ کہا ہے کہ مثبت کو منفی پر مقدم کیاجائے گا۔ کیونکہ مثبت سے زیادہ آگہی حاصل ہوتی ہے۔'

آیئے دیکھتے ہیں کہ مثبت کی منفی پر تقدیم کا کیا مطلب ہے

### مثبت کو منفی پر مطلقاً ترجیح نہیں ہوتی:

مثبت کو منفی پر ترجیح مطلق طور پرنہیں ہے بلکہ جب مثبت اور منفی دونوں درجہ میں برابر ہوں تو مثبت کو ترجیح ہو گی بصورت دیگر دونوں طرف کے دلائل کی بنیاد پر فیصلہ ہو گا۔ مسئلہ زیر بحث میں جمیع ائمہ متقدمین سماع حسن عن علیؓ کی نفی کر رہے ہیں جبکہ متاخرین علماء میں سے بعض اپنے کمزور دلائل سے اس سماع کا اثبات کررہے ہیں۔

گویاتمام جلیل القدر ائمہ متقدمین کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ کا زمانہ پایا اور ان کے ہم عصر رہے اور اس کے باوجود انہوں نے ان کے حضرت علیؓ سے سماع کی مطلقا ًنفی کی ہے۔

جن حفاظ ائمہ متقدمین نے سماع حسن بصریؒ عن علیؓ کی نفی کی ہے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں: 1- قتادہ بن دعامہ سدوسی، 2 - احمد بن حنبل3- یحیی بن معین 4- علی بن مدینی 5- ابو حاتم رازی 6- ابو زرعہ رازی7- ابو عیسی ترمذی

جبکہ متاخرین میں سے حافظ ضیاء اورعلامہ سیوطی وغیرہ نے اثبات سماع کیا ہے تو ان حضرات کا تساہل مشہور ہے۔اسی تناظر میں سوال یہ ہے کہ کیا ان متاخرین اور دیگر سماع حسن بصریؒ عن

[42] رأى على ابن ابى طالب، وطلحة بن عبيدالله، وعائشة، ولم يصح له سماع من أحد منهم (جمال الدين المزى فى التهذيب)
[43] دیکھئے زیر عنوان کیا" ا تحاف الفرقة برفو الخرقة " علامہ سیوطی کی ہی کتاب ہے؟

علیؓ کو ثابت کرنے والے نامعلوم لوگوں نے اپنی کتب میں اسناد کا اس طریق سے اہتمام کیا کہ جس سے سند کامتصل اور صحیح ہونا ثابت کیا جاسکے؟

چونکہ ایسا نہیں ہے لہذا یہی وجہ ہے کہ ہم تک پہنچنے والے عمدہ اور اعلیٰ ذخیرہ احادیث میں روایت "حسن بصریؒ عن علیؓ " کاوجود نہیں ہے۔ مزیدبرآں ترمذی، نسائی کی روایات کی حیثیت آپ اس تحریر میں ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ لہذا اس معاملے میں مثبت کی منفی پر ترجیح والا اصول لاگو نہیں کیا جاسکتا۔

**قادری صاحب کی دوسری دلیل:**

حضرت حسن بصریؒ کی ولادت خلافت عمر کے آخری دو سال میں ہوئی۔ (خلافت عمرؓ میں ابھی دو سال باقی تھے)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت حضرت حسن بصریؒ کی عمر بمشکل دو سال تھی ۔ (یعنی ابھی آپ شیر خوار ہی تھے)

کیا حضرت حسن بصریؒ کے حضرت علیؓ سے سماع کے لئے اتنا ہی کافی ہے؟ بھلا اس سے کمزور دلیل کوئی اور بھی ہو گی؟ تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

**قادری صاحب کی تیسری دلیل:**

(ا) ارسال کا سبب بننے والا حسن بصریؒ کا قصہ ہے۔

(ب)مظالم حجاج اور حضرت علیؓ کے نام کا اخفاء والا ضعیف قصہ۔

نوٹ: یہ سارا قصہ بلا دلیل ہے اور اسکی تفصیل بھی آئندہ صفحات پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

## قادری صاحب اور ضعیف، موضوع روایات سے استدلال

طاہرالقادری نے اپنے رسالہ کی ابتدا ءضعیف روایات سے کر کے اسے ضعیف روایت پر ہی ختم کیا ۔ رسالے میں نفس مضمون - دعویٰ سماع حسن عن علیؓ - کو ثابت کرنے کے لیے ایک بھی دلیل صحیح سند کے ساتھ پیش نہیں کر سکے ۔ بلکہ جابجا استدلال واستشہاد میں ضعیف، مرجوح، متروک حتی کہ موضوع روایات کو ہی پیش کیا اور انہی پر اعتماد کیا اور کہا کہ یہ صریح دلائل ہیں ۔

اسی تناظرمیں اہل فہم ودانش قارئین کے لئے امام شاطبی کا، اہل بدعت کی خصوصیات کے تذکرہ کے بیان میں، ایک قول پیش کیا جاتا ہے

**علامہ شاطبی اپنی کتاب" الاعتصام" میں لکھتے ہیں**

کہ اہل بدعت اپنے استدلال کے لیے ضعیف اور جھوٹی احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جن میں نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا ہواورجو اہل فن کے نزدیک ناقابل قبول ہوں۔

اعتمادهم على الأحاديث الواهية الضعيفة، والمكذوب فيها على رسول الله صلى الله عليه وسلم، والتي لا يقبلها أهل صناعة الحديث في البناء عليها[44]

**القول القوی کے راویان کی حیثیت**

القول القوی کے قارئین قادری صاحب اور ان کے 'رفقائے کتاب ' سے درج ذیل لاپتہ، مجہول راویان کا حدود اربعہ جاننے کا حق رکھتے ہیں۔

1-عطیہ بن محارب کون ہے؟

2-عیسی القصّار کون ہے؟

3-علی بن الرزینی کا حدود اربعہ کیا ہے؟

4-احمد بن محمد النغروی کو ن ہے؟

5-محمد بن حسن بن الصیرفی کون ہے؟

6-تمیم بن محمد کی تصدیق کون کرے گا؟

7-احمد بن محمد الفقیہ کون ہے؟

## ضعیف راویان

القول القوی کے درج ذیل راوی ضعیف ہیں۔

ان رواۃ کے نام اور انکے بارے علمائے رجال کے اقوا ل ملاحظہ فرمائیں۔

(1) علی بن زید بن جدعان

ابن حجر: "ضعيف"[45]

أبو زرعه وأبو حاتم: "ليس بقوي"

البخاري: "لا يحتج به"

الترمذي: "صدوق، وكان ابن عيينة يلينه"

أحمد بن حنبل: "ضعيف"

العجلي: "كان يتشيع، ليس بالقوي"[46]

---

[44] الاعتصام، الباب الرابع في ماخذ اهل البدع في الاستدلال، فصل اهل البدع على الاحاديث ---ص12،ج2

[45] تقريب التهذيب،4768، الجامع في الجرح والتعديل، 3014

[46] المزي، تهذيب الكمال 4070

(2) ثمامہ بن عبیدہ

أبو حاتم الرازي: "منكر الحديث"

علي بن المديني: "ضعفه و نسبه الى الكذب"

محمد بن إسماعيل البخاري: "ضعيف"[47]

(3) محمد بن موسی بن نفیع الحرشی \ الجرشی

أبو دواد السجستاني: "وهاه وضعفه"

ابن حجر العسقلاني: "لين الحديث" [48]

4-محمد بن حنیفہ (صفیہ) الواسطی

حافظ ابن حجر نے امام دار قطنی کے حوالے سے اس راوی کو"لیس بقوی" کہا ہے۔[49]

نوٹ: مندرجہ بالاتمام اقوال کے لیے نقل کردہ حوالہ جات کے علاوہ " الجامع في الجرح والتعديل" کے متعلقہ مقامات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں

## حضرت حسن کے ارسال کا سبب بننے والا قصہ اور اس کی حقیقت

قادری صاحب کتاب الحاوی میں موجود رسالہ "اتحاف الفرقة برفو الخرقة"کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"انه اورد المزى هذا الرواية الآتية فى التهذيب عن طريق ابى نعيم---- فَهُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ غَيْرَ أَنِّي فِي زَمَانٍ لا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَذْكُرَ عَلِيًّا"[50] vii

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس قصہ کی حقیقت کیا واقعی وہی ہے جو قادری صاحب ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

اس حوالے سے عرض ہے کہ یہ قصہ اول تا آخر"ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق بن کر ضعیف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

### اس قصے کے ضعیف ہونے کی وجوہات

قادری صاحب کی بیان کردہ اس مقطوع روایت میں کل سات راوی ہیں جن میں سے چار ضعیف / مجہول ہیں - ان کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں:

---

47 تاريخ الكبير، الجامع في الجرح والتعديل

48 تقريب التهذيب،6378

49 لسان الميزان، 511، سؤالات الحاكم للدارقطنی، 219

50 القول القوي، ص44

1-محمد بن حنیفہ ا لواسطی:

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس راوی کو حافظ ابن حجر نے امام دار قطنی کے حوالے سے "لیس بقوی" کہا ہے[51]

علامہ ذہبی بھی یہی کہتے ہیں[52]

2-ثمامہ بن عبیدہ:

یہ ضعیف راوی بھی اس قصے کے راویوں میں سے ہے -

اس راوی بارے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال بھی اوپر ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کو امام ابو حاتم الرازی نے "منکر الحدیث " کہا ہے امام علی بن المدینیؒ نے جھوٹا قرار دیا ہے "نسبه الی الكذب"[53]

3-عطیہ بن محارب: -مجہول ہے -

اس کا اتہ پتہ کچھ معلوم نہیں - کتب رجال اس بارے خاموش ہیں کہ یہ شخص کون تھا ؟ اس کے شاگرد کون تھے؟ وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا؟ جب تک اس شخص کے حالات کا علم نہیں ہوتا اس وقت تک یہ روایت قابل استدلال نہیں۔ علامہ سیوطی نے تو اس راوی کی جہالت دور نہیں کی، تو کیا قادری صاحب اور انکی ٹیم اس راوی کو مجہول کی صف سے نکال کر معروف بنا سکتے ہیں؟
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

مزید برآں کیا اتنے مجہول وضعیف راویوں کی روایت قابل قبول ہو سکتی ہے؟ لہذا اس طرح کے مجہول اور ضعیف راویوں کی روایت سے مسئلہ ثابت کرنا ایک خوش فہمی ہی کہلا سکتی ہے۔

(4) اس روایت کا ایک اور راوی محمد بن موسی بن نفیع الحرشی"مجروح" ہے۔

حافظ ابن حجر اسے ضعیف (لین)قرار دیا ہے[54]

لہذا دسویں طبقے کا یہ راوی بھی ضعیف ہونے کی بناء پر ناقابل استدلال ہے۔

## مظالم بنوامیہ اورحضرت حسنؒ کی روایات

قادری صاحب نے حضرت حسن بصریؒ کے ارسال کا سبب ذکر کرتے ہوئے مظالم بنوامیہ کا تذکرہ خصوصی طور پرکیا۔ انہوں نے اس حوالہ سے بڑی لمبی چوڑی گفتگو کی جس کا نفس مضمون

---

[51] لسان المیزان، 511، سؤالات الحاکم للدارقطنی، 219
[52] المغني في الضعفاءللذهبي،5456، میزان الاعتدال، 7463
[53] الجامع في الجرح والتعدیل
[54] تقریب التهذیب،6378

سے براہ راست کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے زیادہ زور حضرت علیؑ کے فضائل کے حوالہ سے بیان ہونے والی روایات پر دیا۔

اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بنوامیہ کے دور حکومت میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرنے والوں کو بعض مقامات پر مشکلات کا سامنا تھا اس کے باوجود اگر اس معاملے کو بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ اس سلسلے میں غلو سے کام لیتے ہوئے معاملے کو بڑھا چڑھاکر پیش کیا جا رہا ہے۔ جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہﷺ کی احادیث صرف حضرت علیؓ کے فضائل پرہی مبنی نہیں ہیں بلکہ حضرت علیؑ کے فضائل پر مبنی احادیث تو کل ذخیرہ احادیث کا ایک نہایت ہی معمولی حصہ ہیں۔ جب ایسا ہے تو پھر کیا حضرت حسن بصریؒ ہر جگہ حضرت علیؑ کے فضائل ہی بیان کر تے پھرتے تھے کہ جس کی وجہ سے ان کو مشکلات کا سامناکرنا پڑ تا تھا اور ان مشکلات کے خوف کی وجہ سے وہ حضرت علیؑ سے بیان کردہ احادیث بھی بیان نہیں کر سکتے تھے؟

کوئی بھی شخص اگر بنظر تحقیق اس ساری صورت حال کا مطالعہ کرے گا تو اس پر بات روشن ہو جائے گی کہ دراصل یہ ایک سیاسی کشمکش کا معاملہ تھا جو حکمران اشرافیہ کے چند لوگوں تک ہی محدود تھا۔

قادری صاحب نے صحیح مسلم کے حوالہ سے جو دو روایات بیان کی ہیں انہیں امام مسلم نے کتاب فضائل الصحابہ کے باب "من فضائل علیؑ ابن ابی طالب" میں بیان کیا ہے۔ اور تیسری روایت بھی دراصل کتاب المناقب کے باب "مناقب علیؓ" میں ہی بیان ہوئی ہے۔

ایسے حالات میں فضائل سے ہٹ کر تمام مسائل سے متعلقہ احادیث چاہے وہ حضرت علیؑ سے ہی مروی کیوں نہ ہوں ان سے فضیلت علیؑ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ان روایات کو حضرت علیؑ سے روایت کرتے وقت حضرت حسن نے حضرت علیؑ کانام کیوں چھپایا؟

یہی سوال در حقیقت قادری صاحب کی علامہ سیوطی کی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی سے نقل کردہ تمام کہانی کو بودا ثابت کرتا ہے۔

جبکہ تاریخی مطالعہ سے ایک دوسری ہی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔ بنو امیہ کے دور حکومت کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ بات یقینا محسوس کرے گا کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں سیاسی سطح پر اگرچہ کچھ کشمکش کا ماحول تھا لیکن یہ کوئی خاندانی دشمنی یا رقابت کا معاملہ ہر گز نہیں تھا۔

کیو نکہ اس سیاسی کشمکش کے باوجود بھی ان دونوں خاندانوں میں از دواجی رشتے داریاں قائم تھیں جن کا أثر کم از کم اس سطح پر تو ضرور تھا کہ اگر کوئی حضرت علیؑ سے (فضیلت علیؑ کے علاوہ) حدیث بیان کرے تو اس کو سزا نہ دی جائے اور نہ ہی اس کو کسی دوسری مشکل کا سامنا ہو۔

لہٰذا بنو امیہ کے دور میں حضرت علیؑ کے فضائل کے حوالہ سے اگر کچھ سختی کے معاملات تھے تو وہ صرف حکمران اشرافیہ کے چند لوگوں کے درمیان ہی تھے پورے بنو امیہ کے حکومتی افراد اس معاملہ میں قطعاً شریک نہ تھے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں بیان ہونے والے ازدواجی تعلقات سے یہ بات واضح ہے۔

## بنو ہاشم اور بنو امیہ میں از دواجی رشتے داریاں

تاریخی مطالعہ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں کوئی کسی کا خالہ زاد ہے تو کوئی پھوپھی زاد۔ کوئی چچا کا بیٹا ہے تو کوئی ماموں زاد۔ان تعلقات کی ایک ہلکی سی جھلک یہاں دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے (تفصیل کے یہ صفحات متحمل نہیں)

حضرت علیؓ کی صاحبزادی رملہ بنت علیؓ کی شادی معاویہ بن مروان بن حکم بن عاص اموی سے ہوئی[55]

علامہ دینوری اپنی کتاب المعارف میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد آپ کے بیٹے ابان بن عثمان کی شادی حضرت علیؓ کے سگے بھائی حضرت عبداللہ جعفر طیار ؓ کی بیٹی ام کلثوم سے ہوئی[56]

حضرت جعفر طیارؓ ہی کی ایک پوتی ام محمد بنت عبداللہ نے حضرت معاویہؓ کے بیٹے یزید (واقعہ کربلا کے حوالہ سے جس پر سب سے زیادہ لعنت ملامت کی جاتی ہے) سے شادی کی[57] ۔انہی جعفر طیارؓ کی ایک اور پوتی ام کلثوم بنت عبداللہ نے حجاج بن یوسف (اموی حکمران اور ولید بن عبدالملک کے مشہور گورنر) سے شادی کی[58]

حضرت حسین ؓ کی صاحبزادی سکینہ کی (چھ شادیوں میں سے ایک) شادی اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان اموی سے ہوئی "ثم خلف عليها الأصبغ بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم" [59]

حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کی ایک پوتی لبابہ بنت عبداللہ نے بنو امیہ کے سعید بن عبداللہ بن عمر ابن سعید بن عاص بن امیہ سے شادی کی۔[60]

اسی طرح حضرت علیؓ کے ایک دوسرے صاحبزادے[viii] عباس بن الکلابیہ کی ایک پوتی نفیسہ بنت عبداللہ بن عباس کی شادی اموی خلیفہ یزید بن معاویہ کے پوتے عبداللہ بن خالد[ix] سے ہوئی "كانت نفيسة بنت عبيد الله بن العباس عند عبد الله بن خالد بن يزيد بن معاوية بن أبي سفيان بن حرب"[61]

بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان ازدواجی رشتہ داریوں کی تعداد بے شمار ہے لیکن یہ تحریر ان سب کے تذکرے کی متحمل نہیں۔ صرف چند رشتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ سیاسی چپقلش اور کشمکش میں نفرت وعداوت کی جو تصویر قادری صاحب پیش کر رہے ہیں اس کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت ہو سکے کہ بڑی سطح پر حکمران اشرافیہ میں موجود چند لوگوں میں تعصب ہونے کے باوجود عمومی طور پر یہ دونوں

---

[55] نسب قریش للزبیری (انس بن مالک کے شاگرد) / ص 45
[56] المعارف، ص207
[57] نسب قریش، ایضاً، ص 83
[58] انساب الاشرف بلاذری، 120/5
[59] نسب قریش، ایضاً، ص59
[60] ایضا، ، ص76
[61] ایضاً، ص79

خاندان قریبی رشتے داریوں کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے جو نفرت کا باعث بہرحال نہیں ہوتے بلکہ محبت ومودت کا مظہر ہی ہوا کرتے تھے۔[x]

اس قصے کی حیثیت بارے معلوم ہونے کے بعد دیانت دارانہ فیصلہ سوائے اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ یہ قصہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے اسکے سوا کچھ نہیں۔

## "اتحاف الفرقہ" کی روایات کی تعداد اور قادری" طرز عمل"

علامہ سیوطی کی طرف منسوب رسالہ "اتحاف الفرقة برفو الخرقة"میں حسن عن علیؓ سے بیان کردہ روایات کی کل تعداد تیرہ (13) ہے ۔ اس رسالہ میں محدثین کے معروف طریق کار پر عمل کرتے ہوئے ایک روایت بیان کرنے کے بعد اس کے دیگر طرق وشواہد کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ روایت فلاں فلاں کتاب میں بھی موجود ہے۔ لیکن قادری صاحب کے لیے شاید روایات کی تعداد کی اہمیت تھی اس لئے انہوں نے ایک ہی روایت کو بیان کرتے ہوئے اس کے طرق وشواہد کو بھی الگ روایت کے تحت درج کیا ہے– گویا کتاب میں روایات کی تعداد بڑھانا مقصود تھا۔

اس بات کی حقیقت جاننے کے لیے علامہ سیوطی کے مذکورہ رسالہ اور قادری صاحب کی کتاب سے چند مثالیں پیش ہیں۔

### پہلی مثال:

روایت نمبر ١۔ رفع القلم عن ثلاثہ

کو حافظ سیوطی ایک ہی روایت کے طور پر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
"اخر جه الترمذی وحسنه، والنسائی، والحاکم وصححه، والضیاءالمقدسی فی المختارہ"
جبکہ جناب قاردی نے اسی ایک روایت کو پانچ روایات کا تاثر دیتے ہوئے روایت نمبر (1-2-3-11-27) میں نقل کیا یعنی ایک ہی روایت کو کتاب کے حجم کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ روایات کی تعداد بڑھا کر پیش کرنے کے لیے کتاب کے پانچ مختلف مقامات پر نقل کیا۔

### دوسری مثال:

روایت نمبر 4 اور 24 کوروایت کے طرق نقل کرنے کی بجائے دو عدد روایات کے طور پر بیان کرتے ہوئے روایات کی تعداد بڑھانے کی گویا "دانستہ" کوشش کی گئی۔

### تیسری مثال:

روایت نمبر* 5-6-7-8-10-28-12 *دراصل ایک ہی روایت ہے جس کے مختلف طرق کو سات مختلف جگہوں پر نقل کر کےسات مختلف روایات کا تاثر دے کر کتاب کے صفحات کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ روایات کی تعداد بڑھا کر پیش کی ۔
قادری صاحب کی کتاب القول القوی میں ذکر کردہ روایات کی"تخریج" کر کے صرف یہی بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ روایت کتنی زیادہ کتب میں آئی ہے ۔ کاش قادری صاحب اپنی ٹیم سے کہہ کر روایات پر محدثین کے اقوال صحت وضعف بھی نقل کروا دیتے تو کیا خوب تھا۔ اس طرح قارئین کے ساتھ ساتھ وہ اپنے علم کے ساتھ بھی انصاف کرتے مگر بوجوہ ایسا نہیں کیا گیا۔

مذکورہ بالا گفتگو کے پس منظر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول قادری صاحب کی نذر کیا جاتا ہے۔
قال ابن مسعود: "لیس العلم بکثرۃ الروایۃ ولکن العلم الخشیۃ"[62]

## "القول القوی" میں بیان کی جانےوالی روایات کا تحقیقی مطالعہ

### روایت نمبر 1 "رفع القلم عن ثلاثۃ"

ترمذی کی یہ روایت بروایت حسن بصریؒ مرسل ہے

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں روایت (ان تزوجت فلانۃ فھي طالق) پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ورجالہ ثقات الا أن الحسن لم یسمع من علی"[63] کہ اگرچہ اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع نہیں ہے۔ اور ابن حجر ہی تلخیص الحبیر میں حدیث (رفع القلم عن ثلاثۃ) پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ورواہ الترمذی من حدیث الحسن البصری عن علی وھو مرسل ایضا"[64]

اسی حدیث کو اما م ترمذیؒ نے اپنی جامع میں بشر بن عمر عن ھمام عن قتادۃ عن الحسن کے طریق سے بھی بیان کیا ہے۔ اور حدیث مذکورہ نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ بھی لکھے ہیں ۔

ولا نعرف للحسن سماعاً من علی بن ابی طالب [65]

لیکن ان الفاظ کو قادری صاحب نے در خور اعتناءہی نہیں سمجھا اور اسی بناء پریہ الفاظ ان کی کتاب مذکورہ میں جگہ نہ پاسکے ۔ مزید برآں امام ترمذی نے صیغہء تمریض استعمال کرتے ہوئے مزیدلکھا:

وقد روی ھذا الحدیث عن عطاءبن سائب عن ابی ظبیان عن ابن عباس عن علی موقوفا ولم یرفعہ، والعمل علی ھذا الحدیث اھل العلم، قال ابوعیسیٰ: قد کان الحسن فی زمان علی، وقد أدرکہ، ولکنا لا نعرف سماعا منہ [66]

لہذا یہ بات امام ترمذی نے بھی کھل کر بیان کر دی کہ اگرچہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ کا زمانہ پایا لیکن ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی یعنی حضرت علیؓ سے ان کا سماع ثابت نہیں۔
یہ عجیب بات ہے قادری صاحب امام ترمذی سے ہی روایت نقل کر رہے ہیں لیکن سماع حسنؒ عن علیؓ کے متعلق ان کا فیصلہ لکھنے سے کترا رہے ہیں ۔ ؂ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

---

[62] أخرجہ أحمد في الزھد عن ابن مسعودؓ،875، روضۃ العقلاء لابن حبان
[63] فتح الباري شرح صحیح البخاري، باب لا طلاق قبل نکاح
[64] تلخیص الحبیر في تخریج أحادیث الرافعي الکبیر، کتاب الصلاۃ، باب اوقات الصلاۃ
[65] السنن الترمذي، کتاب الحدود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فیمن لا یجب علیہ الحد
[66] ایضاً

طریق نسائی:

یونس عن الحسن عن علی موقوفا
امام نسائی نے جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی دیکھئے
"ما فيه شيء صحيح والموقوف أصح هذا أولى بالصواب"[67]

لیجئے امام نسائیؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس باب میں کچھ بھی صحیح نہیں بلکہ اس روایت کا موقوف ہونا ہی صحیح ترین ہے۔ لہذا اس روایت کے حوالے سے امام نسائی والا طریق بھی قادری صاحب کو کوئی فائدہ نہ دے سکا۔

طریق امام بیہقی:
انہوں نے امام شافعی کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت کو حضرت علیؓ کا قول ہی قرار دیا ہے۔ جو مذکورہ بالا موقوف والے موقف کی ہی تائید ہے۔[68]
امام حاکمؒ نے اس روایت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے " همام، عن قتادة، عن الحسن، عن علي رضي الله عنه" کے طریق سے بیان کردہ روایت کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔[69] جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ قادری صاحب کی بیان کردہ روایت صحیح نہیں۔

## روایت نمبر 2: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ

" وروى الامام احمد واللفظ له والبيهقي وضياء الدين المقدسی قال: حدثنا هشيم انبانا يونس عن الحسن عن علی قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَبْلُغَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُصَابِ حَتَّى يُكْشَفَ عَنْهُ»"[70]
نوٹ: رفع القلم عن ثلاثة والی روایت نمبر (2،3،11،1) ایک ہی روایت کے معمولی فرق کے ساتھ مختلف طرق ہیں

طریق المقدسی:

صاحب احادیث مختارہ نے اس حدیث کو احمد بن منیع، ہشیم، یونس، عن الحسن عن علی سے روایت کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا کہ ترمذی نے اس کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت حسنؒ کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں[71] ۔ لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ درحقیقت ضیاءالمقدسی کا بھی وہی موقف ہے (کہ حضرت حسن کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں) جو باقی حفاظ حدیث کا ہے۔ ورنہ یہ مناسب موقع تھا کہ وہ اپنی اختلافی رائے کا اظہارکرتے۔

## روایت نمبر 3: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ

اما م احمد بن حنبلؒ نے یہ روایت یوں ذکر کی ہے۔

---

[67] السنن الکبری، 734
[68] معرفة السنن والآثار للبيهقي، (8/354)
[69] المستدرك على الصحيحين، كتاب: الحدود، (389/4)
[70] القول القوي، ص 52
[71] ترمذي، ایضا

1183 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَن قَتَادَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَرَادَ أَنْ يَرْجُمَ مَجْنُونَةً ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: مَا لَكَ ذَلِكَ ، قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ، وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَحْتَلِمَ ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَبْرَأَ ، أَوْ يَعْقِلَ" فَأَدْرَأَ عَنْهَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ[72]

محترم قادری صاحب: اگر یہ روایت حضرت عمرؓ سے بیان کرنے کی ایک کوشش ہے تو پھر سوال ہے کہ کیا دو سال کا شیرخوار، دودھ پیتا بچہ روایت کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا!

حالانکہ یہ روایت حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع کسی طور پر ثابت نہیں کر سکتی ۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمرؓ سے قطعاً نہیں سنا (نہ روئیت نہ روایت) ۔ کیونکہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری دو سال باقی تھے جب حضرت حسن بصریؒ کی ولادت ہوئی ۔ اور یہ بات قادری صاحب نے بھی اپنی کتاب مذکورہ کے شروع میں درج کی ہے ۔ حسن ظن رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائےکہ بتقاضائے بشریت؟ وہ اس بات کو بعد کے ابواب میں بھول گئے اور حضرت حسن بصریؒ کی حضرت عمرؓ کے حوالہ سے یہ روایت بطور استدلال درج کردی تو شاید غلط نہ ہو گا ۔ بصورت دیگر اتنے بڑے" بلنڈر" کا صدور "اتنےبڑے"عالم؟ سے کچھ ممکن نظر نہیں آتا۔ شاید منہا جینز (جو قادری صاحب کی کتب اور اس کتاب کے مرتب ہیں) ا س الجھن کو سلجھا سکیں؟ ودونه خرط القتاد

القول القوی میں حدیث نمبر 1 کے طور پر ذکر کئے جانے والے مضمون کو ہی قریب قریب اس روایت میں بیان کیا گیا ہے ۔اس روایت کو قادری صاحب نے اپنی کتاب میں حدیث نمبر 3 کے تحت، شاید روایات کی تعداد بڑھانے کے لیے، ذکر کیا ہے۔

## روایت نمبر4: أَمَّا إِذَا أَوْسَعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ خَطَبَ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ أَدُّوا زَكَاةَ صَوْمِكُمْ---- نِصْفَ صَاعِ بُرٍّ أَوْ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ. قَالَ الْحَسَنُ فَقَالَ عَلِيٌّ أَمَّا إِذَا أَوْسَعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا أَعْطُوا صَاعاً مِنْ بُرٍّ أَوْ غَيْرِهِ[73]

اس سند کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہے[74]

جب اس روایت کی سند ہی ضعیف ہے تو اس سے سماع حسن عن علیؓ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور بات اس روایت کے حوالے سے قابل غور ہے کہ یہ روایت حضرت حسن بصریؒ کی بصرہ میں حضرت علیؓ سے ملاقات اور سماع ثابت کرنے کی کوشش میں ہے جبکہ محدثین و مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کی بصرہ میں کبھی ملاقات نہیں ہوئی[75] اور وہاں سماع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

" لأن عليا خرج إلى العراق عقب بيعته وأقام الحسن بالمدينة فلم يلقه بعد ذلك"[76]

لہذا دیگر روایات کی طرح یہ بھی ناقابل استدلال ہے

نوٹ: روایت نمبر 4 اور 24، ایک ہی روایت کے مختلف طرق ہیں – یعنی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی روایت ہے۔

---

72 القول القوي، ص 54

73 القول القوي، ص 54، السنن النسائي الكبرى: رقم 2515

74 قال الالبانی: ضعيف الاسناد: انظرالنسائی، 2515

75 اس بات سے قادری صاحب بھی شاید اختلاف نہ کریں

76 جامع التحصيل في أحكام المراسيل للعلائي-135

## روایت نمبر5: أفطر الحاجم والمحجوم
قادری صاحب لکھتے ہیں:

"وروی الامام النسائی قال: ---- حدثنا شاذ بن فیاض، عن عمر بن إبراهیم عن قتادة عن الحسن عن علی عن النبی –صلی اللہ علیه وسلم قال: افطرالحاجم والمحجوم"[77]

حضرت حسن بصریؒ عن علیؓ کے حوالہ سے اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا کہ حضرت حسن بصریؒ کے حضرت علیؓ سے روایت کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے ۔

کیونکہ اس روایت کو قتادہ، مطر الوراق اور یونس بن عبید تو "اسماعیل بن ابراهیم القوهي عن ابیه عن شبعة عن یونس عن الحسن عن علی" سے روایت کرتے ہیں -جبکہ عبید اللہ بن تمام اس کو "عن یونس عن الحسن عن اسامه بن زید" سے روایت کرتے ہیں اور مزید یہ کہ عبد الوهاب الثقفی اور محمد بن راشد الضریراس روایت کو "عن یونس عن الحسن عن ابی هریرة"کے طریق سے بیان کرتے ہیں ۔

اور پھر عطاءبن سائب اورعاصم الاحول اس روایت کو (عن الحسن عن معقل بن سنان) کے طریق سے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ روایت (عن عطاء بن السائب فیه معقل بن سنان ورواہ قتادہ عن الحسن عن ثوبان) کے طریق سے بیان کی جاتی ہے- اور یہ بھی ہے کہ (ورواہ ابو حرہ عن الحسن قال: حدثنی غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم)

اور آخر میں حافظ دار قطنی کہتے ہیں کہ اگر یہ قول حضرت حسن بصریؒ سے صحیح ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر بیان کیے گئے سارے اقوال بھی حضرت حسن بصریؒ سے درست تصور ہونے چاہیئں-[78]

لیجئے اس روایت کے کم از کم چار طریق وہ ہیں جن میں حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ سے روایت ہی نہیں کرتے بلکہ دیگر اصحاب سے روایت کر رہے ہیں جو اس بات کو کھول کر بیان کر رہے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے نہیں سنا۔مثلاً ایک مقام پر حضرت حسن بصریؒ اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے نظر آتے ہیں تو دوسرے مقام پر بذریعہ حضرت ابو ھریرہ ؓ [79] روایت ہے - وھلم جراً-
اور یہ بات واضح ہے کہ اتنے متعارض اقوال اگر ایک ہی قول کے حوالہ سے بیان کیے گئے ہیں تو پھر وہ قول بذات خود کیسے درست ہو سکتا ہے- اور پھر "إذا تعارضا تساقطا" کے اصول پر یہاں عمل کیوں نہیں ہو سکتا؟
مزید برآں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کے حوالہ سے کثیر اختلاف ذکر کیا ہے[80] ۔
اور مذکورہ بالا کلام دار قطنی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے

---

[77] القول القوي ص 54
[78] العلل الواردة فی الاحادیث النبویة، (192-3/195)،
[79] جبکہ حضرت حسن کا حضرت ابوہریرہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔
[80] والاختلاف على الحسن في هذا الحديث واضح، باب الحجامة والقيء للصائم

" قلت يريد بذلك انتفاء الاضطراب وإلا فالحسن لم يسمع من أكثر للمذكورين ثم الظاهر من السياق أن الحسن كان يشك في رفعه"[81]

اسی رفع اضطراب کے لئے انہوں نے اس روایت کو طریق حسن بصریؒ کی بجائے طریق ثوبان اور شداد سے صحیح کہا[82] جبکہ اصحاب الحدیث نے حضرات اسامہ بن زیدؓ ، ابو ہریرہؓ ، معقل بن سنانؓ اور ثوبانؓ سے حضرت حسن بصریؒ کے سماع کی نفی کی ہے۔[83]

مندرجہ بالا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اس روایت سے بھی سماع حسن عن علیؓ پایہ ثبوت تک نہ پہنچ سکا۔

نوٹ: (روایت نمبر 5،6،7،8،10،12، دراصل ایک ہی روایت ہے)

## روایت نمبر 06،07،08

یہ دراصل گذشتہ روایت نمبر 5 کے ہی مختلف طرق ہیں۔ اس پر بحث اسی روایت نمبر 5 کے ضمن میں گزر چکی ہے ۔ اور ان میں کوئی نئی بات نہیں[84] ۔ لہذا ان سب روایات پر بحث روایت نمبر 5 کے تحت ملاحظہ کریں۔

## روایت نمبر 9: مَنْ أَرْسَلَ بِنَفَقَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

قادری صاحب لکھتے ہیں

"وروی الامام ابن ماجة --حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ ، عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ ، وَأَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ ، كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَرْسَلَ بِنَفَقَةٍ فِي سَبِيلِ ------ ، الخ"[85]

اس روایت کی اسناد کئی وجوہات کی بناء پر ضعیف ہیں

1 - في إسناده خليل بن عبد الله. قال الذهبي لا يعرف

2 - وكذا قال ابن عبد الهادي[86]

3 - علامہ ابن کثیر کہتےہیں: هذا حديث غريب[87]

الخلیل بن عبد اللہ کے متعلق دیگر محدثین کی آراء بھی ملاحظہ کریں:

4 - علامہ ابن حجر کہتے ہیں:

خلیل بن عبداللہ کی حضرت حسن بصریؒ سے یہ روایت منکر ہےکیونکہ اس راوی کا کچھ اتا پتا معلوم نہیں۔[88] حافظ ابن حجر نے تقریب میں بھی اسے مجہول کہا ہے۔[89] مزید کہتے ہیں"الخليل بن عبد الله عن الحسن لا يعرف"[90]

---

[81] فتح الباری، ایضا

[82] وكذا قال عثمان الدارمي صح حديث أفطر الحاجم والمحجوم من طريق ثوبان وشداد، فتح االباری ایضا

[83] تفصیل المراسیل لابن ابی حاتم الرازی میں دیکھی جا سکتی ہے

[84] لگتا ہے یہ بھی روایتوں کی تعداد بڑھانے کے چکر میں بیان کی گئیں ہیں۔ واللہ اعلم

[85] القول القوي، ص 58

[86] ابن ماجة كتاب الجهاد باب فضل الصدقة فی سبیل الله، رقم2761

[87] دیکھئے تفسیر ابن کثیر سورة البقره آیت نمبر 261

[88] تهذيب الكمال للمزي، ج٨ ص٣٣٨

[89] تقريب التهذيب

[90] لسان الميزان، 2860

5 - حافظ ذہبی کی بھی اس خلیل بن عبداللہ کے بارے یہی رائے ہے[91]
6 - علامہ دارقطنی نے" الغرائب الزائدۃ علی الموطأ " میں مذکورہ خلیل کو مجہول کہا ہے[92]
7 - آدم بن أبی ایاس نے بھی اپنی کتاب " الثواب " میں خلیل بن عبداللہ کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔[93]
8 - حافظ منذری کہتے ہیں کہ مجھے خلیل بن عبداللہ کے ثقہ یا ضعیف کا پتہ نہیں

"ولا يحضرني فيه جرح ولا عدالة عن الحسن عنهم"[94]

مذکورہ بالا ساری بحث سے ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک خلیل بن عبد اللہ مجہول شخص ہے جبکہ قادری صاحب اس روایت سے سماع حسن بصریؒ عن علیؓ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔[xi]
گویا: ے الجھا ہے پاؤں یارکا زلف دراز میں۔
مذکورہ بالا گفتگو سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی قادری صاحب کے مزعومہ سماع حسن عن علیؓ کو سہا را نہ دے سکی۔ کیونکہ جب روایت ضعیف ہے تو اسی روایت کی بنیاد پر حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع کا ثبوت کیونکر قوی ہو سکتا ہے۔

## روایت نمبر10: أفطر الحاجم والمحجوم

وروی الامام عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن الحسن عن علی قال "أفطر الحاجم والمحجوم"[95]

روایت نمبر 5،6،7،8،10،12دراصل ایک ہی روایت کے مختلف طریق ہیں۔ غالباً تعداد بڑھانے کے لیے الگ الگ شمار کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم ۔ مزید برآں اس روایت پرمفصل بحث روایت نمبر 5 "أفطر الحاجم والمحجوم" کے تحت ملاحظہ کریں

## روایت نمبر 11: رفع القلم عن ثلاثة

وروی ابن منصور حدثنا هشيم أخبر نا يونس عن الحسن عن عمر وعلى: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ[96]

عدم سماع حسن عن علیؓ کے ساتھ ساتھ اس میں سماع حضرت عمرؓ کا بھی تذکرہ ہے لہذا دونوں طرح سے یہ روایت ناقابل قبول ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت حضرت حسن بصریؒ کی عمر بمشکل دو سال تھی یعنی ابھی شیر خوار تھے۔
تو کیا شیر خوار بچوں کی روایت بھی قابل قبول ہے؟
نوٹ: روایات نمبر1، 2،3،11،27دراصل ایک ہی روایت کےمختلف طرق ہیں

## روایت نمبر 12: افطرالحاجم والمحجوم

اس روایت میں سعید بن ابی عروبہ مدّلس ہے جبکہ روایت لفظ" عن "سے ہے لہذا قادری صاحب اس کی تحدیث کا ثبوت پیش کریں تو اس روایت پر بحث کی جاسکتی ہے ۔ اس وقت یہ روایت عدم سماع

---

91 میزان الأعتدال للذهبي،2569
92 لسان المیزان، 1686
93 تهذيب التهذيب، 316
94 الترغيب والترهيب، كتاب الجهاد الترغيب في الرباط في سبيل الله عز وجل
95 القول القوي، ص 60، اخرجه عبد الرزاق فی المصنف، 4 / 210الرقم 7524،
96 القول القوي، أيضاً، اخرجه سعید بن منصور فی السنن 2/ 95، الرقم 2082

حسن عن علیؓ اور ابن ابی عروبہ کے مدّلس ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے لہذا یہ روایت ثابت نہیں ہے ۔[97]، [98]

بہرحال اس راوی کی حیثیت بارے اقوال جرح وتعدیل:
وكان من بحور العلم إلا أنه تغير حفظه لما شاخ[99] اگرچہ وہ علم کے سمندروں میں سے تھے مگر بڑی عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا
وكان من المدلسين[100] وہ گروہ مدلسین میں سے تھے
واختلط قبل وفاته.[101] وہ اپنی وفات سے پہلے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے
روایت نمبر دراصل5،6،7،8،10،12ایک ہی روایت کے مختلف طریق ہیں- لہذا اس روایت پرمفصل بحث روایت نمبر 5 "افطرالحاجم والمحجوم" کے تحت ملاحظہ کریں

## روایت نمبر 13: قال هي ثلاث

" قال هي ثلاث "[102]

الحسن لم يسمع من علي[103]

گذشتہ روایات کی تحقیق سےسامنے آنے والے نتائج کی روشنی میں یہ روایت بھی سماع حسن عن علیؓ کو ثابت نہیں کر سکتی اس کے باوجود اس روایت پرمزید تبصرہ روایت نمبر 25 کے تحت دیکھیں-

## روایت نمبر 14،15: اقوال حضرت علیؓ

روایت 14،15 (طُوبَى لِكُلِّ عَبْدٍ نُومَةٍ) اقوال حضرت علیؓ ہیں جو دراصل ایک ہی روایت ہے ۔
ان سب روایات میں مشترک راوی "لیث" ہے جو ضعیف راوی ہے۔ بہرحال ان روایات پر تبصرہ روایت نمبر26 کے تحت ملاحظہ فرمائیں

## روایت نمبر:16 کان يشرك الجد

وروى الامام الدارمي قال أخبرنا ابوالنعمان حدثنا وهيب حدثنا يونس عن الحسن ان علياً كان يشرك الجد[104]

والحسن لم يسمع من علي[105] اور یہ بات گذشتہ روایات کی تحقیق سےسامنے آنے والے نتائج کی روشنی میں بالکل واضح ہے

اس روایت کو عبد الرزاق (10 /268) اور ابن ابی شیبة (11 /294) نے بطریق الاعمش عن ابراهيم عن علی سے مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے -جبکہ ابراہیم کا سماع بھی حضرت علیؓ سے ثابت نہیں[106]

[97] ابن ابی شیبۃ فی المصنف 307/2، الرقم 9305
[98] سير أعلام النبلاء، ابن أبي عروبة، الطبقة السادسة من التابعين
[99] ایضاً
[100] ایضاً
[101] تهذيب الأسماء واللغات،213؛ تقريب التهذيب (2365)
[102] القول القوي، ص ٦٢
[103] التحقيق في أحاديث الخلاف، 2/292
[104] القول القوي، ص64 ، اخرجه الدارمي فی السنن، کتاب الفرائض، باب قول علي في الجد،453/2
[105] المراسيل لابن ابي حاتم
[106] التحجيل فی تخريج مالم يخرج من الاحاديث والاثارفی ارواءالغليل، ج 1 ص 293

مزید برآں علامہ عینی، صاحب عمدۃ القاری لکھتے ہیں کہ اس حوالے سے اور بھی اقوال ہیں ۔
انہوں نے اس کے بعد زید بن ثابت کا وہ قول نقل کیا جو دارمی ہی نے حسن بصری ؒکے طریق سے روایت کیا ہے[107]
دیکھئے سنن دارمی کی روایت[108]
لہٰذا یہ أثر بھی عدم سماعت حسن بصریؒ عن علیؓ کی وجہ سے ثابت نہیں۔

## روایت نمبر17: کنت رجلا مذّاءً

وروی الامام البزار۔۔۔ حدثنا محمد بن معمر قال ناروح بن عمادة نا أشعث عن الحسن قال: قال علی: "کنت رجلا مذّاءً "[109]

اس سند کے ساتھ یہ روایت بھی مراسیل حسن کا ہی حصّہ ہے اورعدم سماع حسن عن علیؓ کی وجہ سے ضعیف ہے ۔
اگرچہ دیگر کتب میں مختلف صحیح ا سناد کے ساتھ مروی ہے [110]

## روایت نمبر 18: مثل امتی مثل مطر

جناب قادری نے القول القوی کے صفحہ 67-64 پر مسند ابی یعلیٰ کی یہ روایت علامہ سیوطی کی کتاب " الحاوی للفتاوی" کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا:

"قال أبو يعلى أنا جويرية بن أشرس قال أنا عقبة بن أبي الصهباء الباهلي قال سمعت الحسن يقول: سمعت عليا يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مثل أمتي مثل المطر"

اس روایت پر تفصیلی گفتگو سے پہلے عرض ہے کہ یہ روایت مندرجہ ذیل اعتراضات کی بناء پرناقابل استدلال ہے ۔

1- قادری صاحب کی بیان کردہ یہ روایت مسند ابی یعلیٰ کے کسی بھی مطبوع ومتداول نسخہ میں موجود نہیں، اگر یہ کسی گم شدہ نسخہ مثلاً مسندابی یعلیٰ الکبیر میں موجود بھی ہو تب بھی یہ روایت دوسری صحیح ترین روایات کے خلاف ہے ان صحیح ترین روایات میں امت کے اولین لوگوں کی آخرین پر فضیلت بیان کی گئی ہے، اسی بات کو علامہ قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے[111]

اگریہ کہا جائے کہ امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی بناء پر افضل ہیں تویہ بات بھی نصوص کے خلاف ہے کیونکہ امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی جماعت افضل ترین لوگوں کی جماعت ہے، لہٰذا اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہونے کی بناء پر قابل استدلال نہیں ہیں۔

قادری صاحب کے پاس یقیناً ایک مناسب کتب خانہ موجود ہوگا- آخر ایسی کونسی وجہ ہے کہ انہوں نے براہ راست مسند ابی یعلیٰ سے اس روایت کو نقل نہیں کیا؟ جبکہ تحقیقی مواد میں اساسی مصادرکے استعمال کی اہمیت سے کوئی بھی ڈاکٹریٹ ڈگری کا حامل بخوبی واقف ہوتا ہے- اس روایت میں بھی انہوں نے اساسی مصدر " مسند ابی یعلیٰ" کو چھوڑ کر ایک چوتھے درجے کی کتاب - جسکی اپنی حیثیت بھی مشکوک ہے- سے حوالہ نقل کیاہے۔ آخر ایسا کیوں؟ ہل من مبارز؟

---

[107] عمدۃ القاری باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ
[108] أَخْبَرَنَا أَبُو النُّعْمَانِ --- يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ زَيْداً كَانَ يُشَرِّكُ الْجَدَّ---، (2984)
[109] اخرج البزار فی المسند 881/2 الرقم۔ 255
[110] مثلاً بخاری ومسلم
[111] الانعام110

درحقیقت اسکی وجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ مذکورہ بالا سند کے ساتھ تو یہ روایت مسند ابی یعلیٰ کے متداول نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ اور جب یہ روایت ہی موجود نہیں تو حوالہ کہاں سے آتا۔ لہٰذا یہ حقیقت ہی اس روایت کے ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے۔

مزید برآں علامہ نیموی نے جو تاریخ صغیر بخاری کے حوالہ سے اتصال حسن بصریؒ عن علیؓ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی ان کو فائدہ پہنچانے سے قاصر ہے کیونکہ وہ اپنے ایک راوی علی بن زید بن جدعان کے ضعیف ہونے کی بناء پر ناقابل استدلال ہے (اس علی بن زید بن جدعان[xii] کا ترجمہ بھی اس کتاب کے حواشی میں ملاحظہ فرمائیں۔[xiii])

**2-** روایت میں موجود لفظ جویریہ دراصل "تصحیف "ہے جبکہ درست حوثرہ بن أشرس ہے۔

**3-** حوثرہ کے لئے اکیلے ابن حبان کی توثیق اس روایت کی غرابت کو دور کرنے کے لیے کوئی قوت نہیں دے سکتی کیونکہ وہ اپنے شیخ عقبہ بن ابی الصھباءسے اس میں منفرد ہیں۔

**4-** جبکہ عقبہ بن ابی الصھباء ثقہ اصحاب حسن کی مخالفت کرتے ہیں جو اس روایت کو مرسل بیان کررہے ہیں اور عقبہ حضرت حسن بصریؒ کے مشہور اصحاب میں سےبھی نہیں ہیں

5- انہی عقبہ کی مخالفت دیکھیں کہ وہ ثابت، حمید اور یونس ، جو حضرت حسن بصریؒ کے ثقہ اصحاب ہیں، کی مخالفت کرتے ہیں

6- امام احمد اور ابن معین کی توثیق دیگر جمھور مثلاً عقبہ، حمید، ثابت، یونس کی تضعیف کے خلاف ہے۔ جنہوں نے اس روایت کو حضرت حسن بصریؒ سے مرسل روایت کیا ہے ۔ اور اس میں انہوں نے علیؓ کا ذکر نہیں کیا۔

اپنی بیان کردہ روایت کو قادری صاحب نے سماع حسن عن علیؓ کے حوالہ سے اپنی کتاب میں گویا" نص صریح " کے طور پر نقل کیا ہے، جبکہ معاملہ اس کےالٹ ہے ۔

## اس روایت کے حوالہ سے چند مزید سوالات

جن کے جوابات ہی دراصل اس روایت کو قابل اور ناقابل استدلال بنا سکتے ہیں۔

1۔ یہ محمد بن الحسن بن الصیرفی جسے (شیخ شیوخنا) کہا گیا ہے کون ہے اور اسکی توثیق کہاں ہے؟

2۔ کیا مسند ابی یعلیٰ کا کوئی ایسا خصوصی نسخہ موصوف (قادری صاحب) کے پاس موجود ہے جس میں یہ روایت موجود ہو؟ اور اگر کوئی ایسا نسخہ پہلے سے ہی موجود تھا تو پھر اس سے حوالہ نقل کرنے سے احتراز کیوں کیا گیا؟[xiv]

3- اس روایت کو علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی للفتاوی سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا کہ "کما قال الحافظ ابن حجر" جبکہ حافظ ابن حجر کا یہ کلام ہی نہیں ہے اگر اس کے حافظ ابن حجر کا کلام ہونے پر اصرار ہے تو پھر یہ بتایا جانا ضروری ہے کہ ابن حجر کا یہ کلام ان کی کونسی کتاب میں ہے؟

در حقیقت یہ کلام علامہ سیوطی کا ہی ہے کیونکہ اگر یہ کلام حافظ ابن حجر کا ہوتا تو وہ اس روایت کو اپنی کتاب [المطالب العالیة] میں ضرور نقل کرتے۔ اسکے علاوہ علامہ بوصیری بھی اس کو اپنی کتاب [إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة] میں لازماً بیان کرتے۔ (جبکہ یہ روایت ان کی شرائط پر ہی تھی )

بلکہ ان دونوں ائمہ نے اس روایت کو اپنی کتب میں جگہ نہ دیکر اس بات کی گویا تصدیق کردی کہ یہ کلام حافظ ابن حجر کا نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس کلام کی بنیاد ہی نہیں تو اس پر دلائل کی عمارت کیونکرکھڑی کی جا سکتی ہے

4- علامہ سیوطی 849ھ میں پیدا ہوئے جبکہ حافظ ابن حجر ان کی پیدائش کے تین، چار سال بعد یعنی 852ھ میں فوت ہو گئے[112] یعنی علامہ ابن حجر کی وفات کے وقت علامہ سیوطی کی عمر 3/2سال کی تھی-اس کلام "كما قال الحافظ ابن حجر" میں چونکہ انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا لہٰذا اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا علامہ سیوطی نے علامہ ابن حجر سے بالمشافہ سن کر بیان کیا ہے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہی معاملہ ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ علامہ سیوطی نے تین چار سال کی عمر میں علامہ ابن حجر سے ملاقات اور سماع کیسے کیا؟

ے بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ان سوالات کے جوابات تک مذکورہ بالا روایت ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔

جو روایت مسند ابی یعلیٰ کےدستیاب نسخوں میں موجود ہے۔ وہ ایک دوسری سند سے مروی ہے اگرچہ وہ سند بھی ضعیف ہےتاہم قارئین کی معلومات کے لئے وہ روایت نیچے درج کی جارہی ہے

"حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ يُوسُفُ بْنُ عَطِيَّةَ الصَّفَارُ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا، يَقُولُ: قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ، أَوْ آخِرُهُ خَيْرٌ"[113] (إسناده ضعيف)

اس روایت میں ایک راوی یوسف بن عطیہ الصفار ہے جو" متروک "ہے اور حماد بن سلمہ (اس سے اعلی درجے کے راوی) کے مخالف ہے۔ [114] مزید برآں انس بن مالک سے یہ روایت چھ طریقوں سے مروی ہے اور یہ سارے ہی ضعیف ہیں۔

## روایت نمبر19 ونزغنا مافي صدورهم من غل

عن الحسن عن علی قال: فینا واللہ أهل بدر نزلت[115]

---

112 اکثر کتب رجال میں ان بزرگوں کا ترجمہ موجود ہے

113 مسند أبي يعلى لأحمد الموصلي، الرقم 3717

114 المجروحين لابن حبان، 1234

115 القول القوي، 66

امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت حسن نے حضرت علی ؓ کا زمانہ تو پایا لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔[116]

حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی ؓ سے تمام روایات مرسل ہیں. رواية الحسن عن علی لم تثبت۔ واهل العلم بالحديث يرونها مرسلة[117] اور مرسل روایت دراصل ضعیف ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا مذکورہ بالا روایت حسن عن علیؓ سے ثابت نہیں ۔

مزید برآں اس روایت کے کئی طرق ہیں[118]۔ جو حضرت حسن بصریؒ کے علاوہ ہیں لہذا اس سند سےیہ روایت حضرت حسن بصریؒ کے حضرت علیؓ سے سماع نہ ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ۔

## روایت نمبر 20: وادبارالسجود

وروی الامام ابو جعفر الطبری ایضا قال حدثنا ابن بشار قال ثنا ابن ابی عدی عن حمید عن الحسن عن علی فی قولہ تعالیٰ (وادبارالسجود[119]) قال: الرکعتان بعد المغرب [120]

گذشتہ روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ حضرت حسنؒ کا حضرت علیؓ سے سماع نہیں ہے[121]۔ لہذا یہ روایت عدم سماع حسن عن علیؓ کی بناءپر قابل استدلال نہیں ہے۔

## روایت نمبر21: قَالَ فِي الرَّهْنِ

قال حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا أَبُو عُمَرَ الْحَوْضِيُّ، قَالَ: ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَخِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ عَلِيًّا، قَالَ فِي الرَّهْنِ ----- -جَائِحَةٌ بَرِئَ [122]
یہ روایت شرح معانی الاثار سے نقل کی گئی ہے۔ اس روایت کا نمبر5900 ہے۔ اس روایت سے پہلی (یعنی روایت نمبر 5899) روایت اور مذکورہ بالا روایت دراصل ایک ہی روایت ہے۔ پہلے والی روایت چونکہ صرف خلاس عن علی ؓ سے ہے اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ بعد والی روایت میں حسن بصریؒ اور خلاس دونوں ہیں لہذا گویا مطلب کو ثابت کرنے کے لیے اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس روایت کو علامہ بیہقی نے قتادة عن خلاس عن علي کے طریق سے روایت کیا ہے[123]
اورعلامہ بیہقی کہتے ہیں کہ قتادہ کی روایات خلاس عن علیؓ میں یہ سب سے صحیح روایت ہے[124] ۔ علامہ بیہقی مزید تبصرہ کرتےہوئے کہتے ہیں کہ خلاس کی حضرت علیؓ سے تمام روایات ضعیف ہیں[125]۔ لہذا یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس روایت یعنی روایت نمبر5900 میں بھی حسن بصریؒ کی جگہ خلاس بن عمرو کا نام ہے۔ اوریہ ایک ضعیف روایت ہے۔ وَرِوَايَةُ خِلَاسٍ عَنْ عَلِيٍّ

116 دیکھئے اسی کتاب کی روایت نمبر 34
117 معرفة السنن والآثارللبيهقي (151/5)
118 دیکھئے تفسیر طبری
119 القرآن، ق50: 40
120 القول القوي، 68
121 المراسيل لابن ابي حاتم
122 القول القوي، ایضاً
123 دیکھئے السنن الکبری للبيهقي
124 معر فة السنن والاثار للبيهقي
125 ایضاً

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لاَ تَصِحُّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ[126] (خلاس کی حضرت علیؓ سے بیان کی گئی روایات علمائے حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہیں)
اور دوسری طرف خلاس بن عمرو اگرچہ ثقہ راوی ہے لیکن اس کے سماع عن علیؓ کے حوالے سے متضاد اقوال ہیں۔
1۔ ابو عبیداللہ الآجری کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے ایک سوال کے جواب میں خلاس کو ثقہ قرار دیتے ہوئے حضرت علیؓ سے اسکے سماع کا انکار کیا ہے[127] اس کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس کی روایت کا انکار کیا ہے۔
2– حدثنا محمد بن سعيد بن بلج قال قال عبد الرحمن بن الحكم خلاس عن علي كتاب[128]

3– وقال الدارقطنی: خلاس عن علی لا یحتج به بضعفه[129]

4– وقال عبد الله بن احمد: قال یحیٰ بن سعید: لم یسمع من عمر ولا من علی[130]

5– وقال البیهقي: وروایات خلاس عن علی ضعیفة عند اهل العلم بالحدیث[131]

6– قَالَ أَحْمَدُ: رِوَايَةُ خِلَاسٍ عَنْ عَلِيٍّ، ضَعِيفَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ[132]

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاس بن عمرو ثقہ ہے مگر جب وہ حضرت علیؓ سے روایت کرے تو ضعیف ہے لہذا یہ روایت بھی ضعیف ہے اور سماع حسن عن علیؓ بھی ثابت نہیں

## روایت نمبر22: أَنَّهُمْ كَانُوا لا يَرَوْنَ

جناب قادری نے یہ روایت یوں نقل کی ہے:وروى الامام الطحاوي ايضاً قال حدثنا حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي رَزِينٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ خَمْسَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ ، وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ ، وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ ، وَ رَجُلٌ آخَرُ " أَنَّهُمْ كَانُوا لا ----- وُضُوءًا " [133]

عرض ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت حسن بصری کا سماع ثابت نہیں — حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے دور سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد بھی وہیں رہے اور جب وہ مدینہ میں تھے تو ان سے حضرت حسن بصری کی ان (حسنؒ ) کے اپنے قول کے مطابق ان (ابن مسعودؓ) سے ملاقات نہیں ہوئی۔

قال البخاري: مات بالمدينة قبل عثمان.[134]
(حضرت عبداللہ بن مسعود) مدینہ میں شہادت حضرت عثمان سے پہلے فوت ہوئے۔

---

126 السنن الکبری للبیھقي، باب عَجْزِ الْمُكَاتَبِ،21550
127 معرفة السنن والاثار
128 المراسیل لابن أبي حاتم الرازي،196
129 السنن الدارقطني، رقم -3552
130 کتاب العلل
131 السنن الصغریٰ للبیھقي، باب استبراء ام ولد۔ رقم-3012، مزید دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیھقي، باب میراث ولد الملاعنة
132 معرفة السنن،18211
133 القول القوي، 70
134 التاریخ الکبیر،5،

قَال ابن سعد وابن حبان: مات بالمدینة سنة اثنتین وثلاثین۔[135]

(حضرت عبداللہ بن مسعود) مدینہ میں 32 ہجری میں فوت ہوئے۔

ایسے ہی حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے بھی حضرت حسن بصری کا سماع ثابت نہیں کیونکہ حضرت حذیفہؓ حضرت عمرؓ کے دورخلافت میں مدائن کے والی تھے اوروہ شہادت حضرت عثما نؓ تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ شہادت عثمانؓ کے چالیس روز بعد ان کا انتقال ہو گیا۔[136]

اسی طرح حضرت عمران بن حصینؓ سے بھی حضرت حسن بصریؒ کا سماع ثابت نہیں۔ کوئی بھی ثقہ راوی اس کو روایت نہیں کرتا۔

"سمعت أبي يقول لم يسمع الحسن من عمران بن حصين وليس يصح من وجه يثبت"[137]

تفصیل کے خواہشمند " مراسیل" ابن ابی حاتم ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

اس روایت کا پانچواں راوی مجہول ہے کیونکہ اس کا نام روایت میں موجود ہی نہیں۔ لہذا یہ روایت بھی سماع حسن عن علیؓ اور دیگر صحابہ سے سماع حسن ثابت نہ کر سکی۔

مزید برآں اسی روایت کو حضرت حسن حضرت عمران بن حصینؓ سے بھی روایت کرتے ہیں جبکہ ان سے بھی ان کا سماع ثابت نہیں۔ یہ (نیچے دی گئی) روایت بھی "شرح معانی الآثار " کی مذکورہ بالا روایت کے بعد موجودہے مگر قادری صاحب کی نظر عنایت کی مستحق نہ ہونے کی وجہ سے ان کی کتاب میں جگہ نہ پاسکی۔

حَدَّثَنَا ابْنُ خُزَيْمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، ح . وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، نَحْوَهُ . حَدَّثَنَا صَالِحٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ : أَنْبَأَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مِثْلَهُ[138]

مندرجہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ سے زیر بحث حدیث نہیں سنی۔

## روایت نمبر23: قَدْ جَعَلْتُ إِلَيْكَ هَذِهِ السَّبْقَةَ

جناب قادری لکھتے ہیں: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْقَطَّانُ، نَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَبِيبٍ الْمَعْمَرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ صُدْرَانَ السُّلَمِيَّ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ الْمُرَادِيُّ، نَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، أَوْ خِلاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ، شَكَّ ابْنُ مَيْمُونٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَلِيٍّ: " ------- بَيْنَ النَّاسِ[139]

سنن دار قطنی کی اس آخری روایت کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس مسئلہ کو قادری صاحب اپنی کتاب میں ثابت کرنا چاہ رہے ہیں اسی کے بارے میں راوی ابن میمون شک کا اظہار کر رہا ہے۔ اور اسی شک کی بنیاد پر قادری صاحب یقین کی عمارت کھڑی کرتے ہوئے سماع حسن عن علیؓ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

راوی کو اس بات کا یقین نہیں بلکہ شک ہے کہ اس روایت کو حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ نے بیان کیا ہے یا حضرت خلاس نے -جب ایک بات مشکوک ہو گئی تو اس کی کمزوری واضح ہے ۔ لہذا اس مشکوک روایت سے سماع حسن عن علیؓ ثابت کرنے کے لیے اس کو کتاب میں درج کرنا محض روایات کی تعداد بڑھانے کے مترادف ہی کہلا سکتا ہے ۔

---

135 الطبقات: 6 / 14، ثقات: 3 / 208

136 الاصابة في تمييز الصحابة، ج2، ص 39

137 المراسيل لابن ابي حاتم، 122

138 شرح معاني الآثار، 489

139 القول القوي، ايضاً

مزید برآں اسی روایت کوعلامہ سیوطی سے منسوب رسالہ" اتحاف الفرقہ برفو الخرقہ[140] "میں راوی کے شک کے بغیر ذکر کیا گیاہے جبکہ اصل عبارت شک کے ساتھ ہی ہے۔[xv]

تھوڑا آگے چلئے اور دیکھئے کہ قادری صاحب نے اسی حدیث کے لیے امام بیہقی کی السنن الکبری کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ اب ذرا السنن الکبری للبیہقی اٹھائیں اور اسی حدیث والا باب اور صفحہ نکالیں ۔ امام بیہقیؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اسی روایت کے آخر میں اس روایت کا درجہ یوں بیان کیا ہے "هذا اسناد ضعيف[141]"(اس روایت کی سند ضعیف ہے) لیکن قادری صاحب نےاسکی اسناد کا کمزور ہونا نقل ہی نہیں کیا ۔ اب چونکہ یہ روایت بھی ضعیف نکلی ۔ لہذا اس سےبھی سماع حسن عن علیؓ ثابت کرنا عبث ہے۔

مزید برآں محمد بن صدران السلمی اور عبداللہ بن میمون المرادی کے ناموں کا اختلاف بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیتا ہے ۔ کیونکہ اگر ایک راوی عبداللہ بن میمون المرادی ہی ہے تو وہ مجہول الحال ہے۔ اور کتب تراجم اسکا حال بتانے سے قاصر ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ خلاس بن عمروکی حضرت علیؓ سے روایت اہل علم کے نزدیک اس کے عدم سماع کی بناءپر ضعیف ہے ۔

علامہ عبد الحئی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں کہ خلاس کی حضرت علیؓ سے بیان کی گئیں روایات ضعیف ہیں

واحاديث خلاس عن علی ضعيفة[142]

علامہ شعیب الارناووط کہتے ہیں کہ حفاظ ائمہ حدیث حضرات حسن بصری اور خلاس کے ثقہ ہونے کے باوجود ان کے حضرت علیؓ سے سماع حدیث کا انکار کرتے ہیں

"والحسن وخلاس بن عمرو ثقتان، لكن لم يسمعا من علی، صرّح به الحفاظ"[143]

نوٹ: خلاس بن عمر وپر تبصرہ روایت نمبر 21 کے تحت گذر چکا ہے جسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے

## روایت نمبر 24: إذا وسع الله عليكم

### دیکھئے روایت نمبر 4

یہ روایت دراصل روایت نمبر 4 کا تتمہ ہی کہلا سکتا ہے کیونکہ دونوں کا مضمون ایک ہے اور احادیث کی کتب میں دونوں ابواب زکاۃ الفطر میں ہی درج کی گئی ہیں ۔ دونوں روایات یزید بن ہارون، حمید الطویل عن الحسن سے ہی بیان کرتے ہیں۔ اس روایت میں بھی حضرت ابن عباسؓ

---

140 دیکھئے زیر عنوان " کیا اتحاف الفرقہ برفو الخرقہ" علامہ سیوطی کی کتاب ہے؟
141 السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ، كِتَابُ الضَّحَايَا، بَابُ مَا حُرِّمَ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، 20275
142 التعليق الممجد ص3/245،
143 سنن دارقطني، ج5، ص 552

کے خطبہ بصرہ کا تذکرہ ہے اور حضرت علیؓ کی حضرت حسن بصری سے کوئی ملاقات نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

علامہ سیوطی نے اس روایت کو مرفوع روایت کے طور پر ذکر کیا ہے ۔ جبکہ یہ روایت حضرت حسن بصری کی مرسل روایات میں سے ایک روایت ہے اور مرسل روایت ضعیف ہی کی ایک قسم ہے، گذشتہ صفحات کی بحث میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضرت حسن بصری کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت ہی نہیں۔ لہذا یہ روایت بھی انھی روایات کی قبیل سے ہے ۔ نیز علامہ البانی کا "ضعیف الاسناد " والا تبصرہ بھی روایت نمبر 4 کے ذیل میں دیکھا جا سکتا ہے

## روایت نمبر25: الخلیة والبریة والبتة

جناب قادری لکھتے ہیں: نا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز، نا داود بن رُشَيد، نا أبو حفص الأبار، عن عطاء بن السائب، عن الحسن، عن علي، قال: الخلية والبرية ------ تنكح زوجا[144]

حضرت حسن کے سماع عن علیؓ نہ ہونے کی بناءپر یہ روایت منقطع ہے ۔

حافظ ابن جوزی یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں[145]۔ اور یہ بات گذشتہ روایات کی بحث میں متعین ہو چکی ہے۔

علامہ ابن عبد الہادی بھی یہی کہتے ہیں کہ الحسن لم يسمع من علي[146]

## روایت نمبر 26: طُوبَى لِكُلِّ عَبْدٍ نُومَةٍ

جناب قادری لکھتے ہیں: وَقَالَ أبو نعيم فِي الْحِلْيَةِ: ثَنَا عبد الله بن محمد، ثَنَا أبو يحيى الرازي، ثَنَا هناد، ثَنَا ابن فضل عَنْ ليث، عَنِ الحسن عَنْ علي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: " طُوبَى لِكُلِّ عَبْدٍ نُومَةٍ[147]

اس کے ایک راوی لیث[148] بارے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

صدوق درجے کا راوی ہے اخیر عمر میں اختلاط کے باعث احادیث میں تمیز کھو بیٹھا تھا اسی لیےاس کی روایت نہیں لی جاتی ۔[149]مزید دیکھئے یہی راوی لیث ہےجو کبھی تو عن الحسن عن علیؓ کے طریقے سے روایت کر رہا ہے ۔ اور کبھی عن الحکم عن ابی البختری عن علیؓ کے طریقے سے روایت کر رہا ہے ۔[150]دوسری طرف اسی لیث کی مخالفت ایک دوسرا راوی المنھال بن عمرو کررہا ہے جو عن عباد بن عبد اللہ عن علیؓ سے یہ روایت بیان کر رہا ہے ۔ جسے المعافی بن عمران نے روایت کیا ہے۔[151]

---

144 القول القوي، 72
145 التحقيق في أحاديث الخلاف، ايضاً
146 تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق -ج 2 -الصفحة 205
147 القول القوي 74، التواضع والخمول ص 34،
148 ليث بن أبي سليم
149 تقريب التهذيب، ترجمة ليث بن أبي سليم
150 التواضع والخمول رقم 10
151 الزهد، المكتبة الشاملة، الإصدار الثالث

علامہ سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں "من قال انا عالم فهو جاهل" پر بحث کرتے ہوئے اسی لیث بن سلیم بارے ائمہ جرح وتعدیل کا تفصیلی کلام نقل کرکے کہا ہے کہ تمام ائمہ اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں[152] قارئین کی معلومات کے لئے وہ مکمل کلام حواشی میں نقل کیا گیا ہے[xvi]۔ علامہ سیوطی بخوبی یہ بات جانتے تھے کہ لیث بن ابی سُلَیم ایک متروک راوی ہے۔اسی بناء پر انہوں نے علماء جرح وتعدیل کا مفصل کلام نقل کیا۔

لہٰذا لیث سے مروی روایت قابل حجت نہیں ہے۔اور اس روایت سے سماع حسن عن علیؓ کا دعویٰ باطل ہے۔

## روایت نمبر 27: رفع القلم عن ثلاثة

شاید کتاب کی ضخامت بڑھانے کی خاطر یہ روایت دوبارہ بیان کی گئی ہو۔ بہرحال اس روایت پر بحث کے لئے دیکھئے روایت نمبر 1، 2، 3، 11

"رفع القلم عن ثلاثة "

## روایت نمبر 28: أفطر الحاجم والمحجوم

یہ روایت بھی کتاب القول القوی کا گویا حجم بڑھانے کی کوشش کا حصہ ہی معلوم ہوتی ہے ۔ واللہ اعلم۔ بہرحال اس روایت پر گفتگو کے لئے دیکھئے: روایت نمبر12، 10، 6،8، 7، 5

أفطر الحاجم والمحجوم

## روایت نمبر 29: كَفَّنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جناب قادری نقل کرتے ہیں: وَقَالَ الخطيب (المتوفى 463 هـ ) فِي تَارِيخِهِ: أَنَا الحسن بن أبي بكر، أَنَا أَبُو سَهْلٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ الْقَطَّانُ، ثَنَا محمد بن غالب، ثَنَا يحيى بن عمران، ثَنَا سليمان بن أرقم، عَنِ الحسن عَنْ علي قَالَ: "كَفَّنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس روایت کے راویوں کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں۔

1- سلیمان بن أرقم: یہ متروک اور ساقط الحدیث ہے۔[153]
2- یحیٰ بن عمران: مجہول ہے۔ اس کا حدود اربعہ معلوم نہیں۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: سليمان بن أرقم: متروك الحديث [154]

امام بخاری نے کہا ہے کہ علمائے حدیث نے اس سے روایت لینا چھوڑدیا تھا[155]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "تدریب الراوی" سے علامہ سیوطی کی گفتگو بھی نقل کر دی جائے تاکہ سلیمان بن أرقم بارے بات مزید واضح ہو جائے ۔ آپ کہتے ہیں

"مراسيل الزهري: قال ابن معين ويحي بن سعيد القطان: ليس بشيء وكذا قال الشافعي قال: لأنا نجده يروي عن سليمان بن أرقم"[156]

---

[152] الحاوي للفتاوى 2/8-7

[153] تهذيب الكمال في أسماء الرجال، 2491

[154] الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم،450

[155] الضعفاءالصغیر، 142

[156] تدریب الراوی للسیوطی، ص232

غور فرمائیے کہ یہاں امام زہریؒ کے مراسیل کو امام ابن معین اور ابن سعید القطان صرف اس بناء پر (وہ کچھ نہیں ہیں) کہ رہے ہیں کہ وہ (مراسیل) سلیمان بن أرقم سے مروی ہیں۔مزید برآں حدیث وفقہ کے جلیل القدر امام شافعی نے بھی یہی بات کہی ہے اور اس بیان کو نقل کر کے اس سے اتفاق کرنے والے کون ہیں۔ جناب علامہ جلال الدین سیوطی ۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ تدریب الراوی تو علامہ سیوطی کی ایک ثابت شدہ کتاب ہے اس میں وہ ایک راوی سلیمان بن أرقم کی وجہ سے مراسیل زہری کو ترک کرنے کا قول امام شافعی سے نقل کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ اسی متروک راوی سلیمان بن أرقم کی روایت کو رسالہ (اتحاف الفرقہ برفو الخرقۃ) میں نقل کررہےہیں۔ یہ کیا تضاد ہے؟ کیا ایسا تضاد ایک جلیل القدر عالم کے شایانِ شان ہے؟xvii

مزید برآں یہ روایت بخاری، مسلم کی اس متفق علیہ روایت کے بھی خلاف ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

"هشام بن عروة عن ابيه عن ام المومنين عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كفن في ثلاثة أثواب بيض سحولية[157] ليس فيها قميص ولا عمامة"[158]

لفظ "سحولية "کی تشریح کرتے ہوئے علامہ خطابی ؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق لکھا:"هذا أصح الاخبار"[159]

رسول اللہ ﷺ کے کفن کے حوالہ سے سب سے صحیح خبر یہی ہے ۔ اسکی وجہ بھی ہے کہ آپﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہی فوت ہوئے اور وہیں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔

لہذا جناب قادری صاحب کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی انکے دعوىٰ سماع حسن عن علیؓ کو ثابت نہ کرسکی ۔

## روایت نمبر 30: مَنْ قَالَ فِي كُلِّ يَوْمِ

وَقَالَ جعفر بن محمد بن محمد فِي كِتَابِ الْعَرُوسِ: ثَنَا وكيع عَنِ الربيع، عَنِ الحسن، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَفَعَهُ " «مَنْ قَالَ فِي كُلِّ ---زَبَدِ الْبَحْرِ» " أَخْرَجَهُ الديلمي فِي مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ مِنْ طَرِيقِهِ

ملا علی قاری حنفی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"قال الديلمى: أسايند كتاب العروس لابى الافضل جعفر بن محمد بن على الحسينى، واهية لايعتمدعليها واحاديثه منكرة-"[160]

کہ علامہ دیلمی نے کتاب العروس کی اسانید کو کمزور قرار دیتے ہوئے ان کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے اوراس کتاب کی روایات کو منکر کہا ہے۔

---

157 یمن کے ایک گاؤں "سَحول" کی طرف نسبت
158 صحيح بخاري رقم 1194، صحيح مسلم رقم 1563
159 غريب الحديث للخطابي، حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّهُ كُفِّنَ فِي ثَوْبَيْنِ ---
160 الأسرار المرفوعة في الأحاديث الموضوعة، ص392

علامہ طاہر پٹنی حنفی بھی اس روایت کو منکر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ روایت کتاب العروس سے لی گئی ہے جبکہ اس کی روایات منکر ہیں ۔

"من كتاب الْعَرُوس وَأَحَادِيثه مُنكرَة"[161]

مزید برآں مسند فردوس اورکتاب العروس چوتھے درجے کی کتابیں ہیں اور ایسی کتابوں کے متعلق شاہ ولی اللہ کہتے ہیں:

وأما الرابعة: فالاشتغال بجمعها أو الاستنباط منها نوع تعمق من المتأخرين وإن شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بأدنى عناية أن يلخصوا منها شواهد مذاهبهم[162]

بات صاف ہو گئی کہ چوتھے درجے کی کتابوں کی روایات سے شغل رکھنا، ان کو جمع کرنا اور ان سے مسائل مستنبط کرنا متاخرین کا ایک طرح کا غلو ہے۔ جبکہ حق بات تو یہی ہے کہ مبتدعین کے گروہ جیسے روافض اور معتزلہ اور ان جیسے دیگر فرقوں سے وابستہ لوگوں کو ایسی چوتھے درجے کی کتابوں سے ہی مواد ہاتھ آتا ہے؛ جب کہ اس طبقہ کی کتابوں میں درج روایات سے علمی سطح پراستدلال ہی درست نہیں چہ جائے کہ ان سے عقائد اخذ کیے جائیں، جیساکہ گمراہ فرقوں نے کیا۔

## روایت نمبر 31: صَافَحْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جناب قادری نے نقل کیا ہے: قَالَ الْحَافِظُ أبو بكر بن مسدي فِي مُسَلْسَلَاتِهِ: صَافَحْتُ أبا عبد الله محمد بن عبد الله بن عيسوي النغزوي ---- صَافَحْتُ أحمد بن محمد النغزوي[163]، بِهَا --- قَالَ: صَافَحْتُ ممشاد الدينوري قَالَ: صَافَحْتُ علي بن الرزيني الخراساني قَالَ: صَافَحْتُ عيسى القصار قَالَ: صَافَحْتُ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ قَالَ: صَافَحْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: صَافَحْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ---- قَالَ ابن مسدي: غَرِيبٌ لَا نَعْلَمُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَهَذَا إِسْنَادٌ صُوفِيٌّ انْتَهَى

اس روایت کو ابن مسدی نے خود ہی "غریب" اور"صوفی اسناد" والی روایت کہا ہے۔ پھر بھی آئیے اس کے راویوں کے حالات دیکھتے ہیں۔

(1) عیسی القصار:

یہ صاحب حضرت حسن سے مصافحہ کے دعویدار ہیں اور ان سے روایت بیان کرتے ہیں ۔ لیکن اس راوی کے حالات پردے میں ہیں۔ یہ ایک مجھول راوی ہے۔ اور مجاہیل سے روایت اہل علم کو مناسب نہیں۔ قادری صاحب کو یہ روایت اپنی کتاب میں درج کرنے سے پہلے اس کی حیثیت اور درجہ کو دیکھنا چائیے تھا ۔[164]

ویسے ایک اورعیسی القصار ہے جو ممشاد الدینوری کے کبا ر شاگردوں میں سے ہے۔ لیکن وہ اس روایت کو سہارا نہیں دے سکتےکیونکہ اس کے اور حسن بصری کے درمیان دو سو سال سے زیادہ

---

161 تذكرة الموضوعات لمحمد طاهر الصديقى الفتنى، كِتَابُ الْعِلْمِ، بَابُ: فَضْلِ الصَّلَاةِ وَكِتَابَتِهَا

162 حجة الله البالغة، بَاب طَبَقَات كتب الحَدِيث، 234/1

163 صحیح لفظ النفزي ہے یا النفري تفصیل کے لئے توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة ملاحظہ فرمائیں

164 شائد بزرگوں سے حد سے زیادہ عقیدت نے انہیں علامہ سیوطی کی بیان کردہ روایت پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا۔ واللہ اعلم

کا عرصہ حائل ہے۔ حضرت حسن بصری اس القصار سے دو سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے۔ لہذا اس کا حضرت حسن سے مصافحہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(2) علی بن الرزینی لاپتہ ہے

(3) احمد بن محمد النغراوی لاپتہ ہے

لہذا یہ روایت اتنے مجاہیل کی موجودگی کی وجہ سے ضعیف ہے[xviii]۔ اور اس سے سماع حسن عن علیؓ ثابت کرنے کی کوشش عبث ہے۔ اس روایت کو علامہ متقی ہندی نے بھی کنز العمال میں روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ جلال الدین سیوطی نے کہا کہ یہ حدیث مجھے نشوان بنت الجمال عبداللہ الکتانی نے بیان کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن ان کا یہ بیان سماع حسن بصری ثابت نہیں کرسکتا۔

## روایت نمبر32: شہدت علیا بالمدینة

جناب قادری نقل کرتے ہیں: وروی الامام الالکائي (417 ھ) قول الحسن البصری فی السنة قال/ یعني اللالکائي

عن عامر اللاحول عن الحسن قال: شہدت علیا بالمدینة[165] -------الخ

## روایان حدیث

1. اس واقعہ کے ایک راوی عامر الأحول کو (1) امام احمد، (2) ابو داؤ د اور(3) نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے[166]۔ گو بعض محدثین نے اسے ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن ان جلیل القدر محدثین کی آراء کی موجودگی میں وہ متکلم فیہ قرار پائے گا۔ لہذا بیان کی گئی روایت ضعیف ہے۔
2. اس کا دوسرا راوی سعید ابن ابی عروبہ مد لس ہے جبکہ یہاں روایت عنعنہ ہے۔ اور اس کی تحدیث نہیں ہے ۔ جبکہ معلوم ہے کہ مدلس کی عن سے روایت تحدیث کی صراحت کے بغیر ناقابل قبول ہے
3. تیسرا راوی تمیم بن محمد بھی ضعیف ہے۔
4. چوتھا راوی محمد بن حمدان لاپتہ ہے ۔ اس کی جہالت دور نہیں کی گئی۔ اور مجہول سے روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔
5. پانچواں راوی احمد بن محمد الفقیہ ہے اس کے بارے یہ نہیں بتایا گیا کہ دراصل یہ کون سا احمد بن محمد ہے۔

بھلا اتنے مجہول راویوں کی یہ "شاندار" روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔! (ابتسامہ)

## روایت نمبر33: رأی علیا والزبیر التزما

جناب قادری لکھتے ہیں: رأی علیا والزبیر التزما ---------[167]

---

[165] القول القوي 80، شرح أصول للالكائي، 2651۔ كنز العمال رقم 36313

[166] تهذيب الكمال في أسماء الرجال، 65/14

[167] القول القوي 82

اس روایت میں حضرت حسن بصری سے سماعت کا دعویٰ کرنے والا ایک راوی علی بن زید ہے جو دراصل علی بن زید بن جدعان ہے جو بالاتفاق ایک ضعیف راوی ہے[168]۔ واقعہ بیان کرنے والا راوی ہی ضعیف ہے تو حضرت حسن بصری کا حضرت علیؓ سے معانقہ والا واقعہ بھی ضعیف ٹھہرا ۔ لہذا یہ روایت بھی قابل استدلال نہیں۔

## روایت نمبر 34: قد كان الحسن في زمان علي

قادری صاحب لکھتے ہیں:

وقال ابو عیسیٰ الترمذی (المتوفی 279ھ)

" قد كان الحسن فی زمان علی وقد أدركه ولكنا لا نعرف له سما عا منه "

امام ترمذی کی بات بالکل واضح ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ کا زمانہ پایا لیکن حدیث روایت نہیں کی۔

قادری صاحب شاید لفظ " أدركه" سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ کہ جب زمانہ پالیا تو ملاقات اور سماع بھی لازمی ہو گیا لیکن اگر وہ تھوڑا دائیں بائیں دیکھ لیتے تو انہیں ایک مشہور، متداول کتاب " الاصابة فی تمییزالصحابة" میں یہ باب نظر آجاتا "من أدرك النبي صلی اللہ علیه وسلم ولم یره" یہ باب بالکل واضح ہے اور ان لوگوں کے نام بتا رہا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا مگر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہے۔

سوال: کیا قادری صاحب کے ہم عصر سبھی لوگ ان سے سماع کے دعوے دار ہیں؟ یقیناً ایسا نہیں تو پھر امام ترمذی کی بات سمجھنے میں تجاہل عارفانہ سے کام کیوں لیا جارہا ہے؟ جبکہ امام موصوف واضح ترین الفاظ میں ہم عصری کا اثبات اور سماع کی نفی کررہے ہیں۔

محض کسی کا زمانہ پا لینا کیا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے ملاقات بھی ہوئی ہو؟ یا اگر کسی سے ملاقات ثابت ہو تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی خاص وقت میں برائے سماع حدیث بھی اس سے ملاقات ہوئی ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی اسی دور میں مدینہ میں موجود تھے ان سے بھی حضرت حسن بصری کا سماع ثابت نہیں۔

## **ایک اور اہم مبحث**

عدم سماع حسن عن علیؓ کے حوالے سے ایک اور بات بھی اہمیت کی حامل ہے

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی کوئی روایت بیان نہیں کی۔ جبکہ ہر دو حضرات ایک ہی وقت میں مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ اس سے یہ بات مزید نکھر کر سامنے آتی ہے کہ حضرت حسن بصری اس وقت تک سماع حدیث کی طرف

---

[168] الجرح والتعدیل،52

نہیں آئے تھے ورنہ وہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے ضرور حدیث روایت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کردہ ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اکثریت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضرت حسن نےحضرت علیؓ سے حدیث نہیں سنی کیونکہ اسوقت تک حضرت حسن علم حدیث کی طرف راغب نہیں ہوئے تھے۔[169] ان کا مکمل کلام اس کتاب کےحواشی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[xix] مزید برآں بڑی عمر میں علم کی طرف آنا کوئی عیب نہیں ہے حضرت امام ابوحنیفہ کا بیس (20) سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کرنا ایک معروف بات ہے۔ لہذا حضرت حسن اگر تیرہ/ چودہ سال کی عمر تک علم کی طرف راغب نہیں ہوئے تو کوئی اچنبھے والی بات نہیں ۔

اس سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو گئی کہ محض کسی کا زمانہ پا لینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس سے ملاقات بھی ہوئی ہو۔اور پھر سماع حدیث تو ملاقات سے بعد والا باب ہے۔

## روایت نمبر35: کان الحسن البصری یوم بو یع

جناب قادری صاحب "المراسیل لابن ابی حاتم "سے ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال ابو زرعة (المتوفى 264ھ)

"كان الحسن البصرى يوم بويع لعلى --- ورأى علياً بالمدينة ---ولم يلقه الحسن بعد ذلک - وقال الحسن رأيت الزبير يبايع عليا"

مذکورہ بالا قول جسے ابوزرعہؒ کا قول باور کرایا جا رہا ہے دراصل صاحب کتاب ابن ابی حاتم کا ہے۔ جبکہ محدث ابوزرعہ کا قول اس سے متصل اوپرموجود تھا جسے شاید 'دانستہ' نقل نہیں کیا گیا۔ قارئین کی معلومات کے لئے مذکورہ قول مراسیل ابن ابی حاتم سے ذیل میں نقل کیا جارہا ہے۔ تاکہ یہ بات واضح ہوسکےامام ابوزرعہ کیا کہ رہے ہیں اورجناب قادری صاحب کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

94 –سُئِلَ أَبُوزُرْعَةَ: الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، لَقِيَ أَحَدًا مِنَ الْبَدْرِيِّينَ؟

قَالَ: رَآهُمْ رُؤْيَةً، رَأَى عَلِيًّا

قُلْتُ سَمِعَ مِنْهُ حَدِيثًا؟

قَالَ لَا [170]

انتهى كلام أَبُوزُرْعَةَ الرازي

---

[169] الجواهر والدُّرر، 938/2

[170] المراسیل لابن ابی حاتم الرازی، ص31، ایضاً، طبع حیدر آباد دکن-ص نمبر 12

محدث ابوزرعہ الرازی کا کلام یہاں ختم ہوگیا۔

یہ تھی مکمل روایت جس میں محدث ابو زرعہ کا مکمل بیان موجود ہے ۔ اور وہ واضح ہے کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ کو صرف دیکھا تھا جبکہ کوئی حدیث نہیں سنی ۔ اور بعد میں روایت کا وہی ٹکڑا ہے جسے قادری صاحب نے محدث ابوزرعہ کا قول بنا کر روایت کیا ہے۔

'بر سبیل تنزل' اگر اس کو ابوزرعہ کا کلام مان بھی لیا جائے تو بھی اس سے جناب قادری کا دعوٰی سماع ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ محدث ابو زرعہ والی روایت توخود اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں صرف دیکھا تھا۔ ملاقات نہیں کی ۔ اس روایت کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کے محدث ابو زرعہ کے بیان میں دیکھنے کا ذکر ہے ملاقات کرنے کا نہیں ۔ اگر حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ سے ملاقات کی ہوتی تو یقینا رأی کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا۔ بلکہ ملاقات (لقا) استعمال کیا جاتا۔ اسی طرح جب حضرت زبیرؓ کی بیعت کا ذکر ہوتا ہے تو وہاں بھی رویت ہی کا تذکرہ ہے ۔ ملاقات کا نہیں۔

### ایک اور اہم نکتہ:

محدث امام ابو زرعہ الرازی کی تاریخ وفات 264ھ ہے جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تاریخ وفات 911ھ ہے ۔ ان کے درمیان تقریباً 650 سال کا عرصہ حائل ہے ۔ یعنی محدث ابو زرعہ علامہ سیوطی سے تقریباً 650 سال پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ 650 سال پہلے فوت ہونے والے محدث کہہ رہے ہیں کہ حضرت حسن کی حضرت علیؓ سے حدیث میں کوئی روایت نہیں۔ جبکہ علامہ سیوطی انہی کی روایت بیان کر کے انہی کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ عدم سماع کا قول کوفہ/ بصرہ کے بعد پر محمول کیا جائے گا۔

'بریں عقل ودانش بباید گریست'

کیا قادری صاحب علامہ سیوطی کے اس قول کی کوئی دلیل کہیں سے لا سکتے ہیں؟

ودونه خرط القتاد!

نوٹ: قادری صاحب کے د ئے ہوئے حوالہ جات میں ابن ابی حاتم اور تحفة التحصيل (جسے ابن ابی حاتم سے ہی نقل کیا گیا ہے) کی روایت ایک ہی ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی ہے ۔

لہٰذا روایت نمبر35 بھی قادری صاحب کے مزعومہ سماع حسنؒ عن علیؓ کو ثابت نہ کر سکی ۔

## <u>کتاب سے ہٹ کر دیگر متعلقہ مباحث</u>

### سماع (حدیث سننے) اور دیکھنے میں فرق

بعض قارئین شاید یہ خیال کریں کہ جب ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا اور دونوں ایک ہی زمانے میں موجود تھے تو یقینی بات ہے کہ انہوں نے ملاقات بھی کی ہو گی اور سماع بھی کیا ہو گا۔

اس بات کو ایک مثال سے واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر قادری صاحب کی مسجد منہاج القرآن میں دوسو (200) افراد نے مغرب کی نماز با جماعت ادا کی ۔ مسجد کے پیش امام نے جماعت کروائی اور قادری صاحب نے اس کے پیچھے نماز ادا کی ۔ اس سارے عمل میں بہت سے لوگوں نے نماز ادا کرتے یا نماز کے بعد یا پہلے سنت / نفل ادا کرتے ہوئے قادری صاحب کو دیکھا ۔ کچھ لوگوں نے ان سے سلام دعا کی اور نماز کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ تو اب ان میں سے بعض لوگوں نے قادری صاحب کو محض دیکھااور بعض نے ان سے ملاقات بھی کی جبکہ کسی نے ان کا بالمشافہ کوئی بیان نہیں سنا یعنی ان سے سماع نہیں کیا ۔

اسی مثال کو 1400 سال پیچھے لے جائیں بات واضح ہو جائے گی ۔ یاد رہے کہ حضرت علیؓ اس وقت خلیفہ نہ تھے کہ نماز کی امامت کرتے یا وعظ وارشاد کی مجلس بپا کرتے ۔ امید ہے کہ اس سادہ سی مثال سے یہ بات واضح ہو کر محدثین کی یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ کو دیکھا لیکن سماع نہیں کیا۔ (اور یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ اوپرکی مثال میں سارے لوگوں کو بالغ ہی تصور کیا گیا ہے جبکہ اس مسئلہ زیر بحث میں بات سات سے چودہ سال کے بچے کی ہو رہی ہے ۔)

## مسجد نبوی کے حوالہ سے چند مباحث

مسجد نبوی کے رقبہ میں نمازیوں کی تعداد کے پیش نظر رسول اللہ ﷺکے دور سے لیکر اب تک توسیع کی جاتی رہی ہے حضرت حسن بصری کے سات سال سے لیکر چودہ سال (کیونکہ عمومی طور پر سات سال تک کا بچہ مسجد میں با جماعت نماز کے لئے نہیں جاتا) کی عمر تک کے عرصہ میں مسجد نبوی کا رقبہ چار ہزار مربع میٹر سے زائد تھا۔

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مسجد نبوی میں روزانہ باجماعت نماز ادا کرنے والوں' بشمول صحابہ کرام ' کی کم از کم تعداد تین سو (300) تھی تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تین سو (300) نمازیوں کی تعداد اتنی کم ہوتی ہے کہ ہر نمازی ایک دوسرے سے باقاعدہ بالمشافہ ملاقات کر سکے؟ اور پھر ملاقات تو بعد کی بات ہے کیا ہر صحابی کو یہ پتہ چلتا تھا کہ کون کون جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے آیا ہے؟ جبکہ تمام صحابہ کرام سنت رسول ﷺ کے عامل تھے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ فرض نماز کے بعد سنن گھر میں ادا کرتے تھے ۔ لہذا صحابہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو تشریف لے جاتے ہوں گے اور وہیں سنن ادا کرتے ہوں گے ۔ الا ماشاءاللہ

تاریخ وحدیث کی روایات اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ حضرت علیؓ یا حضرت حسن بصری باہم ملاقات کے لیے کوئی باقاعدہ اہتما م کرتے تھے؟ یقینا اور بھی بہت سے ایسے بچے تھے جو حضرت حسن بصری کے ہم عمر تھے تو حضرت علیؓ کا خصوصی طور پر حضرت حسن بصری کو مزعومہ خرقہ دینے کے بارے میں روایات خاموش ہیں ۔ اور یہ بات ثبوت کی محتاج ہے کہ کیا حضرت علیؓ نے خصوصی طور پر حضرت حسن بصری کو مسجد نبوی یا اپنے گھر میں کوئی شرف ملاقات وسماع بخشا تھا؟

آج بھی منہاج القرآن کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے والوں کا آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرنا اور ایک دوسرے سےتبادلہء خیالات کرنے کا امکان کتنے فیصد ہے؟

مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نمازیوں کی تعداد کیا اتنی کم ہوتی تھی کہ ہر شخص دوسرے سے باقاعدہ اہتمام سے ملاقات کرتا تھا؟

ہر نمازی کی دوسرے نمازی سے بالمشافہ ملاقات کا امکان کتنے فیصد ہوتاہے؟ آج کے دور میں بھی دنیا کی بڑی بڑی مساجد میں نمازیوں کی باہمی ملاقات کا امکان کتنے فیصد ہے؟ کیا سوفیصد لوگ ایک دوسرے سے لازماً ملاقات کرتے ہیں؟

جلیل القدر نمازی اشخاص سے دیگر معززین نمازیوں کی بالمشافہ ملاقات کا امکان کیا سو فیصد تھا؟

## دیگر سوالات - جن کے جوابات ضروری ہیں

کیا کم سن لڑکوں (7 سے 14 سال) کی جلیل القدر صحابہ کرام کے ساتھ ملاقات کا تناسب صد فی صد مانا جاسکتا ہے؟

حضرت حسن بصری کی حضرت علیؓ سے خصوصیت کے ساتھ بالمشافہ ملاقات (جبکہ حضرت حسن کی عمر 7 - 14 سال کے درمیان تھی) کب اور کیونکر ہوتی تھی؟

کیا سات سالہ بچہ خصوصی طور پر صحابہ کرام سے روایات سننے اور بیان کرنے کا اہتمام کرتا تھا؟

یہ بات ثبوت کی محتاج ہے کہ کیا حضرت علیؓ نے خصوصی طور پر حضرت حسن کو (جبکہ ان کی مدینہ منورہ میں رہتے ہوئےمسجد میں جانے کی عمر 7 سے 14 سال تک تھی) شرف ملاقات اور شرف سماع بخشا تھا؟

حضرت حسنؒ کی عمر حضرت علیؓ کی بیعت کے روز 14 سال کی تھی ۔کیا حضرت حسن بصری نے بھی حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی؟ جبکہ ان کی بیعت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

کیا حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت سے پہلے حضرت عثمانؓ کی خلافت نہیں تھی؟ یقینا تھی۔ جبکہ حضرت حسن بصری کی حضرت عثمانؓ سے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے؟ یہی بات علامہ العلائی نے اپنی کتاب جامع التحصیل میں کہی ہے کہ حسن بصری کی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے بیان کی گئی تمام روایات کے مرسل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

قال العلائي"فروايته عن أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم مرسلة بلا شك[171]"

مزید برآں اس بات پر زور قلم بھی صرف نہیں کیا جاتا۔ اور کوئی بھی حضرت حسن بصری کی حضرت عثمانؓ سے ملاقات یا سماع کو ثابت کرنے کے لئے میدان میں اب تک نہیں آیا۔ صرف حضرت علیؓ سے سماع پر ہی زور کیوں ہے؟

اگر مندرجہ بالا سوالات کے دیانت دارانہ جوابات دیئے جایئں توبھی حضرت حسن کے سماع کی کہانی کو "دیو مالائی" داستان کے درجہ سے اوپر نہیں اٹھایا جاسکتا۔

---

[171] جامع التحصیل، 135

## چوغہ / خرقہ والی کہانی

حضرات صوفیہ کے درمیان خرقہ ولایت کی کہانی بڑی مشہور ہے۔ اس حوالے سے عرض ہے کہ جب حضرت علیؓ سے حضرت حسن کی بوقت بلوغت ملاقات ہی ثابت نہیں تو پھر یہ خرقہ ان کو کیا خواب میں دیا گیا؟ اگر مدینہ میں دیا گیا تو اس وقت ان کی عمر 14 سال تھی ۔ تو کیا 14 سال کی عمر کےلڑکے کو"خرقہ ولایت" دے دیا گیا؟ اور اگر بڑی عمرمیں دیا گیا تو کب؟ جبکہ حضرت حسن کی بڑی عمر تک تو حضرت علیؓ زندہ ہی نہ تھے۔ مزید برآں حضرت حسن کو خرقہ کب دیاگیا؟ مسجد میں لوگوں کے سامنے یا تنہائی میں؟ مسجد میں دیئے جانے کی صورت میں اس واقعے کے کتنےلوگ گواہ ہیں اور کون کون ہیں؟ اوران کی گواہیاں کدھر ہیں؟ ثبوت تو بہرحال مدعی کے ذمے ہے۔ تا قیام قیامت۔

خرقہ کی کہانی علامہ سیوطی کے اپنے بیان سے بھی متصادم ہیں۔ آپ کہتے ہیں

حدیث ((لبس الخرقة)) المشهور بين الصوفية بالاسناد الى الحسن البصرى آنّه لبسها من على ابن ابى طالب: قال ابن دحية: باطل، قلت: وكذا قال ابن الصلاح[172]

اس کا مطلب ہے کہ علامہ سیوطی بھی ان لو گوں میں شامل ہیں جنہوں نے ((لبس الخرقہ) والی صوفیانہ روایات کی تکذیب کی ہے اور واضح کیا ہے کہ صوفیہ کے طبقہ میں مشہور، حسن بصری کو خرقہء علی پہنانے والی ساری کہانی، بقول ابن دحیہ اور ابن صلاح، باطل ہے لیکن قادری صاحب نے اسی سے دلیل لے کر اس کواپنی کتاب میں درج کردیا۔ یعنی

ے جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسی ہی بات علامہ زرکشی نے کہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

الحديث السابع لبس الخرقة

المشتهر بين الصوفية بالاسناد الى الحسن البصري وان الحسن لبسها من علي بن ابي طالب: قال ابن دحية حديث باطل ولم يسمع الحسن من علي حرفا بالاجماع فكيف يلبسها منه[173]

یعنی طبقہء صوفیہ میں مشہور، حسن بصری کو خرقہء علی پہنانے والی ساری کہانی، بقول ابن دحیہ، باطل ہے کیونکہ اس بات پراجماع ہے کہ جب حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ سے ایک حرف تک نہیں سنا تو پھران سے خرقہ کیسے پہن لیا؟

حافظ سخاوی "المقاصد الحسنة" میں خرقہ کی کہانی کا رد اور انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صوفیہ کو خرقہ علی بذریعہ حسن بصری پہنانے والی ساری کہانی، بقول ابن دحیہ اور ابن صلاح، باطل ہے اور اس باب میں کوئی بھی بات صحیح نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہی بات ہمارے شیخ (ابن حجر) نے کہی ہے کہ اس کا کوئی طریق بھی ثابت نہیں[174]

حافظ صاحب کا تفصیلی کلام اس کتاب کے آخر میں دیئے گئے حواشی میں دیکھا جا سکتا ہے۔[xx]

---

[172] الدرالمنثرة فی الاحادیث المنتشرة، ص512

[173] اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة

[174] المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الالسنة، ج:1 ص:527،

أبو الخطاب عمر بن حسن الأندلسي الشهير بابن دحية الكلبي (المتوفى: 633ھ) کہتے ہیں "وأحاديث الخرقة، وأن علياً – رضي الله عنه –ألبسها الحسن بن أبي الحسن البصري: وأجمعوا أنه لم يسمع من على حرفاً قط، فكيف أن يُلبسَهُ؟"[175]

کہ حضرت علیؓ کےحضرت حسن بصری کو خرقہ پہنانے کی روایات (بھی جھوٹی ہیں) کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ سےقطعی طور پرایک حرف بھی نہیں سنا تو ان کو خرقہ کیسے پہنا دیا؟

علامہ زہیر الشاویش" أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين في رجب" کا حاشیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں[xxi] کہ یہ ساری بات ان صوفی حضرات کے جھوٹ کو ظاہر کرتی ہے جو انہوں نے اپنے خود ساختہ صوفی سلسلوں کے لئے گھڑ رکھے ہیں۔[176] جبکہ کسی بھی سلسلے – چاہے وہ قادری ہو یا نقشبندی۔ کی سند حضرت علیؓ یا حضرت ابوبکر صدیقؓ تک نہیں پہنچتی۔

## کیا "اتحاف الفرقة برفو الخرقة" علامہ سیوطی کی ہی کتاب ہے؟

محققین اہل علم کے ہاں مذکورہ بالا سوال کا جواب نفی میں ہے کیونکہ یہ کتاب علامہ سیوطی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ لہٰذا "اتحاف الفرقة برفو الخرقة" کی علامہ سیوطی سے نسبت درست نہیں[177]۔
بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اس کتاب کی علامہ سیوطی کی طرف نسبت جھوٹی ہے ۔ لہٰذا جب ایک کتاب علامہ سیوطی کے حوالے سے مشکوک ہے تو پھر اس سے کسی موقف کو ثابت کرنے کے لیے حوالہ جات پرکاہ کی حیثیت رکھتے ہیں علامہ جلال الدین سیوطی کے جس رسالے کو بنیاد بنا کر ان کے ادھورے کام کو تکمیل تک پہنچانے کی سعی کی ۔ اس رسالہ میں ایسا مواد ہے کہ علامہ سیوطی کی "رطب ویابس جمع کرنے کی شہرت" کے باوجود[xxii] ان سے توقع نہیں ۔

القول القوی کے صفحہ 42 کی زیر تبصرہ روایت (ان الحسن ولد لسنتين بقيتا من خلافة عمر با تفاق -----الخ) کے حوالے سے ہی کچھ تفصیل یوں ہے:

(ان الحسن) سےلیکر (خلافة عمر) تک کا کلام حافظ مزی کی تہذیب سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کےدو سطر بعد والا کلام- جو مخالف تھا ۔ اسکو چھوڑ دیا (جو اس سے پہلے اوپر نقل کیا گیا ہے)

اس کے بعد پھر انہی دو سطروں کے بعد والے کلام یعنی (لم يصح له سماع من أحد منهم) کے متصل بعد والا کلام (انه حضر يوم الدارولہ أربع عشرة سنة) نقل کر دیا ۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر تو " اتحاف الفرقة برفو الخرقة" کو علامہ سیوطی کی کتاب قرار دیا جائے اور یہ کہا جائےکہ یہ عبارت کا ہیر پھیر انہوں نے ہی کیا ہے تو یہ علامہ سیوطی پر ایک إلزام ہو گا۔ کیونکہ ان کی جلالت علمی سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اس طرح کا غیر علمی اور غیر سنجیدہ کلام لکھیں۔ صاف اور سیدھی بات ہے کہ یہ عبارات کا ہیر پھیر اسی شخص کا ہے جس نے "اتحاف الفرقة برفو الخرقة" کو علامہ سیوطی کا رسالہ

---

[175] أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين في رجب (ص 22)}
[176] ایضا، الھامش
[177] تفصیل کے خواہشمند "إمتاع الرفقة" کا مطالعہ فرمائیں

کہنے کہ جرأت کی ہے۔ اور جھوٹ کو ان کی طرف منسوب کیا۔ لہذا یہ بات ماننا پڑے گی کہ یہ کتاب (اتحاف الفرقة برفو الخرقة) علامہ سیوطی کی کتاب نہیں ہے ۔

زیر تبصرہ کتاب کی روایت نمبر 23 دیکھیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی متعدد کتب کے مصنف ہیں اور ان کی نظر احادیث اور رجال پر تھی۔ اس روایت میں محمد بن صدران السلمی اور عبداللہ بن میمون المرائی کے ناموں میں اختلاف ہے۔ان کی بالغ نظری سے یہ بات بعید نظر آتی ہے کہ وہ اس طرح کی غلطی کریں اور محمد بن صدران السلمی اور عبداللہ بن میمون المرائی کے ناموں کا اختلاف ان سے پوشیدہ رہ جائے جبکہ انساب پر ہی ان کی ایک مستقل کتاب "لب اللباب فی تحریر الانساب "موجود ہے ۔۔ لہذا یہ ایک اور ثبوت ہے کہ مذکورہ رسالہ علامہ سیوطی کی طرف جھوٹا منسوب ہے ۔ دراصل یہ رسالہ ان کا نہیں ہے۔

اس موضوع پر گفتگو ایک مکمل بحث کی متقاضی ہے اس رسالہ کے صفحات اس طرح کی بحث کے متحمل نہیں ۔ کسی دوسری نشست میں اس کتاب کی علامہ سیوطی کی طرف نسبت پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ (ان شاءاللہ) ۔فی الحال صرف زیر تبصرہ روایات کو ہی دیکھیں جو بتا رہی ہیں کہ

" ا تحاف الفرقة برفو الخرقة" علامہ سیوطی کی کتاب نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

کتاب کے آخر میں اہل علم کی سماع حسن عن علیؓ کے حوالہ سے رائے بھی ملاحظہ فرمالیں – اگرچہ ان میں سے اکثر آراء کتاب میں مختلف جگہ پر وارد ہیں لیکن یہاں انکا ایک ساتھ مطالعہ موضوع زیر بحث کے دلائل سمجھنے میں مزید ممد ومعاون ہوگا ۔ان شاء اللہ۔

## اہل علم کی سماع حسنؒ عن علیؓ کے حوالہ سے رائے

حضرت قتادہ - حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد رشید- کہتے ہیں: "حد ثنا الحسن انه(ما) لقي احدا من البدريين شافهة ولا سعيد بن مسيب ولا سعيد بن عاص"[178]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے انہیں خود بتایا کہ کسی بھی بدری صحابی سے ان (حسن بصری) کی ملاقات نہیں ہوئی۔[179]"وَقَالَ قَتَادَةُ: مَا شَافَهَ الحَسَنُ بَدْرِياً بِحَدِيْثٍ "[180]

وَقَدْ رَوَى بِالإِرسَالِ عَنْ طَائِفَةٍ: كَعَلِيٍّ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمَا[181]

علم رجال کے امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:

---

[178] المعرفة والتاريخ، ج 4 ص 35

[179] طبقات ابن سعد ج7 ص 159،(3055)

[180] سير أعلام النبلاء، 223، (الحسن البصري أبو سعيد) ج 4

[181] سير أعلام النبلاء، ايضاً

حالت بلوغت میں تو حضرت علیؓ نے حضرت حسن بصری کو نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ نابالغ بچہ کی حیثیت میں بچپن میں دیکھا ہو۔

الحسن لم یر علیا، الا ان یکون راہ بالمدینة وھو غلام[182]

امام ابو زرعہ کا مکالمہ:

سماع حسن عن علیؓ کے حوالہ سے امام ابو زرعہ سے ہوئے مکالمہ کوذیل میں نقل کیا جاتاہے۔

سئل أبوزرعة:

لقی الحسن احداً من البدریین؟

(قال أبوزرعة): راھم رویة: رأی عثمان بن عفان، وعلیا، قلت: سمع منھا حدیثاً؟

قال: لا[183]

امام ترمذی کہتے ہیں:

حسن کے علیؓ سے سماع کے متعلق ہم نہیں جانتے[184]

امام ابو الحجاج المزی کہتے ہیں:

حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ، طلحہ بن عبداللہؓ اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا[xxiii] لیکن کسی ایک سے بھی ان کا سماع ثابت نہیں ہے[185]

حافظ ذہبی کہتے ہیں:

حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ اور حضرت ام سلمہؓ میں سے کسی سے نہیں سنا۔[186]

حافظ ابن حجر (صاحب فتح الباری شرح صحیح البخاری)

حضرت حسن بصری نے حضرت علیؓ سے سماع حدیث نہیں کیا۔[187]

امام ابو حاتم الرازی:

---

[182] المراسیل لابن ابی حاتم ص 32
[183] المراسیل، ایضاً، ص 54
[184] جامع الترمذی، ایضاً
[185] تہذیب الکمال ج2
[186] سیر أعلام النبلاء ج 4 ص 566
[187] إتحاف المھرة بالفوائد المبتکرة من أطراف العشرة ج 11-ص 341

حضرت قتادہ (شاگرد حسن بصری) کی روایت عن الحسن عن النبی کے بارے میں کہتے ہیں کہ "وھو مرسل" وہ مرسل ہے[188]

اور یہ بات معلوم ہے کہ مرسل ضعیف ہی ہوتی ہے۔

امام بیہقی کہتے ہیں:

حضرت حسن کی حضرت علیؓ سے کی جانے والی روایت منقطع ہے[189]۔

علامہ تر کمانی حنفی (صاحب الجوہرالنقي)

روایة الحسن عن علی لم تبثت۔ واہل العلم بالحدیث یرونھا مرسلة[190]

علامہ ابن العرّاق الکنانی

وھو من حدیث الحسن عن علی ولم یلقه[191]

ابن عبدالھادی:

الحسن لم یسمع من علی[192]

مندرجہ بالا سب اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ سے براہ راست، بالمشافہ کچھ نہیں سنا اور ان کی ایسی تمام روایات مرسل، منقطع ہیں ۔

چونکہ قادری صاحب نے اپنی کتاب میں اپنے دلائل کی بنیاد ضعیف روایات پر ہی رکھی ہے اور ان روایات کا ضعف بیان کرنے سے احتراز کیا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بتادیا جائے کہ ضعیف روایت کے ضعف کو جانتے ہوئے بیان نہ کرنے والوں کو جلیل القدر محدث امام مسلم کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ لیجئے ملاحظہ کریں۔

## ضعیف حدیث کے ضعف کو جانتے ہوئے بیان نہ کرنے والا

امام مسلم کے نزدیک خیانت کرنے والا، دھوکے باز ہے اور ایسا شخص امام مسلم کے قول کے مطابق عالم کی بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔[xxiv]

مزید برآں قادری صاحب کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے امام شاطبی کے قول کا بھی دوبارہ مطالعہ کریں اور دیکھیں وہ کیا کہ رہے ہیں ۔ فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ کون کہاں کھڑا ہے۔

جناب قادری صاحب کی کتاب میں پیش کئے جانے والےموقف کا تحقیقی مطالعہ یہاں مکمل ہوا۔ اس کتاب، البرہان الجلی، میں صحیح دلائل کے ساتھ کی گئی اس تحقیقی بحث سے یہ بات، الحمد للہ،

---

[188] علل الحدیث لابن ابی حاتم ج 1

[189] معرفة السنن والاثار ج6، کتاب الدیات، باب قتل الرجل بالمرأة

[190] الجوہرالنقي 330/3

[191] تنزیه الشریعة ۔ ج 2-کتاب الاطعمة رقم: 132

[192] تنقیح، 1871

واضح ہو گئی ہےکہ حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت حسن کی حضرت علیؓ سے بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔

فالحمد لله على ذلك– والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب– أسأل الله عزوجل أن ينفعني به يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من أتى الله بقلب سليم–

اللهم ان اصبت فهو منك وان أخطأت فهو من الشيطان والعفو والمغفرة منك–اللهم أحسن عاقبتنا فى الامور كلها واجرنا من خزي الدنيا وعذاب الاخرة– سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الا انت استغفرك واتوب اليك– والحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات وألف ألف صلوة وسلام على أفضل البريات وعلى آله واصحابه والتابعين لهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه-

## المصادر والمراجع


1. القرآن الكريم.
2. ابن الأثير، أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد الجزري (ت606هـ)، النهاية في غريب الحديث والأثر، تحقيق الدكتور محمود الطناحي، وطاهر الزاوي، المكتبة الاسلامية.
3. ابن الجوزي، أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد، التحقيق في أحاديث الخلاف، تحقيق مسعد عبد الحميد محمد السعدني، الطبعة الأولى 1415هـ، دار الكتب العلمية –بيروت.
4. ابن أبي حاتم، عبد الرحمن بن محمد بن إدريس الرازي (ت327هـ)، الجرح والتعديل، اعتنى به عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني، الطبعة الأولى 1371هـ، مجلس دائرة المعارف –الهند.
5. الزركشي، محمد بن عبد الله بن بهادر، اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة، تحقيق: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي
6. ابن أبي الدنيا، أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد القرشي (ت281ھ)، التواضع والخمول، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، الطبعة الأولى 1409هـ، دار الكتب العلمية –بيروت.
7. ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم العبسي (ت235هـ)، المصنف، تحقيق محمد عوامة، الطبعة الأولى (1427هـ)، دار القبلة -جدة، ومؤسسة علوم القرآن –دمشق.
8. ابن عبد الهادي، شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي الحنبلي، تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق، تحقيق أيمن صالح شعبان، الطبعة الأولى 1998م، دار الكتب العلمية –بيروت
9. ابن عدي، أبو أحمد عبد الله بن عدي بن عبد الله الجرجاني (ت365هـ)، الكامل في ضعفاء الرجال (166/7)، تحقيق يحيى مختار غزاوي، الطبعة الثالثة، 1409هـ/1988م، دار الفكر –بيروت
10. ابن العراقي، أبو زرعة ولي الدين أحمد بن عبد الرحيم بن الحسين (ت826هـ)، تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل، تحقيق عبد الله نوارة، طبعة 1999م، مكتبة الرشد –الرياض
11. ابن عساكر، أبو القاسم هبة الله بن الحسن (ت577هـ)، تاريخ دمشق، تحقيق عمر بن غرامة العمروي، طبعة 1995م، دار الفكر –بيروت

12. ابن حبان، محمد بن حبان أبو حاتم البستي (ت354هـ)، الثقات، الطبعة الأولى 1402هـ، دائرة المعارف-الهند
13. ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد الشيباني (241هـ)، العلل ومعرفة الرجال (رواية عبد الله ابنه)، تحقيق الدكتور وصي الله بن محمد عباس، الطبعة الأولى، 1408هـ/1988م، المكتب الإسلامي – بيروت
14. ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد الشيباني (ت241هـ)، المسند، تصوير دار الفكر ببيروت عن الميمنية
15. ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد الشيباني (ت241هـ)، الزهد،
16. البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم (ت256هـ)، التاريخ الكبير، تحقيق عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني، مصورة دار الكتب العلمية –بيروت
17. البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم (ت256هـ)، صحيح البخاري، طبعة 1419هـ، بيت الأفكار الدولية –الرياض
18. البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم (ت256هـ)، الضعفاء الصغير، تحقيق محمود إبراهيم زايد، الطبعة: الأولى، 1406 هـ، دار المعرفة-بيروت
19. البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى (ت458هـ)، السنن الكبرى، نسخة مصورة عن الطبعة الأولى 1344هـ، مجلس دائرة المعارف –الهند
20. البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى (ت458هـ)، شعب الإيمان، تحقيق وتخريج مختار أحمد الندوي، ود. عبد العلي عبد الحميد، الطبعة الأولى 1410هـ، الدار السلفية -مومباي
21. البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى (ت458هـ)، معرفة السنن والآثار (354/8)، تحقيق الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي، الطبعة الأولى 1411هـ، دار الوفاء -القاهرة
22. الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة السلمي (ت279هـ)، الجامع الصحيح سنن الترمذي، الطبعة الأولى 1420هـ، بيت الأفكار الدولية –الرياض
23. الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة السلمي، (المتوفى: 279هـ)، الجامع الصحيح سنن الترمذي، تحقيق أحمد محمد شاكر وآخرون، دار إحياء التراث العربي -بيروت
24. التميمي، هناد بن السري الكوفي (ت243هـ)، الزهد، تحقيق الدكتور عبد الرحمن عبد الجبار الفريوائي، الطبعة الأولى 1406هـ، دار الخلفاء للكتاب الإسلامي –الكويت
25. الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري (ت405هـ)، المستدرك على الصحيحين، كتاب: الحدود، مصورة (1406هـ/1986م) عن النسخة الهندية، دار المعرفة –بيروت
26. الخطابي، أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم البستي (ت388هـ)، غريب الحديث، تحقيق عبد الكريم إبراهيم الغرباوي، وتخريج الدكتور عبد القيوم عبد رب النبي، الطبعة الأولى 1402هـ، دار الفكر –بيروت
27. الخطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت البغدادي (ت463هـ)، تاريخ مدينة السلام وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها، تحقيق الدكتور بشار عواد معروف، الطبعة الأولى،1422هـ/2001م، دار الغرب الإسلامي –بيروت

28. الخطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت البغدادي (ت463هـ)، موضح أوهام الجمع والتفريق، تحقيق الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي، الطبعة الأولى 1407هـ، دار المعرفة –بيروت
29. الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي (ت385هـ)، سنن الدارقطني، تحقيق الشيخ شعيب الأرنؤوط، وحسن عبد المنعم، وسعيد اللحام، الطبعة الأولى 1424هـ/200م، مؤسسة الرسالة –بيروت
30. الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد (ت385هـ)، العلل الواردة في الأحاديث النبوية، تحقيق الدكتور محفوظ الرحمن زين الله السلفي، الطبعة الأولى 1405هـ/1985م، دار طيبة – الرياض
31. الذهبي، أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان (ت748هـ)، تاريخ الإسلام، تحقيق الدكتور عمر عبد السلام تدمري، الطبعة الأولى،1407هـ، دار الكتاب العربي –بيروت
32. الزَّبيدي، السيد محمد مرتضى (ت1205هـ)، تاج العروس من جواهر القاموس، تحقيق مجموعة من الباحثين والمحققين، طبعة 1385-1422هـ، وزارة الإعلام – الكويت
33. السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن (ت902هـ)، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، تحقيق محمد عثمان الخشت، الطبعة الأولى 1405هـ، دار الكتاب العربي-بيروت
34. السمعاني، أبو سعد عبد الكريم بن محمد التميمي السمعاني (562هـ)، قدم لها محمد أحمد حلاَّق، الطبعة الأولى 1419 هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت
35. السُّهروردي، أبو حفص شهاب الدين عمر بن محمد بن عمويه (ت632هـ)، عوارف المعارف، الطبعة الأولى 1966م، دار الكتاب العربي –بيروت
36. السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (ت911هـ)، تدريب الراوي، تحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف، مكتبة الرياض الحديثة -الرياض.
37. السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (ت911هـ)، الحاوي للفتاوي، مصورة في (1402هـ/1982م) عن نسخة (1352هـ)، صورتها دار الكتب العلمية –بيروت
38. السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (ت911هـ)، الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة، الإصدار الثالث من المكتبة الشاملة
39. الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب اللخمي (ت360هـ)، المعجم الكبير، تحقيق حمدي السلفي، الطبعة الثانية 1404هـ/1983م، دار الزهراء –الموصل
40. الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزدي (ت321هـ)، شرح معاني الآثار، تحقيق محمد زهري النجار، الطبعة الأولى 1399هـ، دار الكتب العلمية –بيروت
41. العامري، أحمد بن عبد الكريم الغزي (ت1143هـ)، الجد الحثيث في بيان ما ليس بحديث، تحقيق الدكتور بكر بن عبد الله أبو زيد، الطبعة الأولى 1412هـ، دار الراية –الرياض
42. العجلوني، إسماعيل بن محمد الجراحي (ت1162هـ)، كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس، الطبعة الثالثة 1408هـ، دار الكتب العلمية –بيروت

43. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، تقريب التهذيب، تحقيق الأستاذ محمد عوامة، طبعة عام 1420هـ، دار ابن حزم -بيروت، ودار الوراق –بيروت
44. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، اعتنى به حسن قطب، الطبعة الأولى 1416 هـ، مؤسسة قرطبة -الجيزة.
45. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، تهذيب التهذيب، الطبعة الأولى (1404هـ/1984م)، دار الفكر -بيروت
46. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، فتح الباري بشرح صحيح البخاري، دار المعرفة -بيروت
47. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، لسان الميزان، مصور عن دائرة المعارف النظامية بالهند، الطبعة الثالثة 1406هـ/1986م، مؤسسة الأعلمي - بيروت
48. العسقلاني؛ أبو الفضل شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر الكناني (ت852هـ)، إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة، تحقيق د زهير بن ناصر الناصر، الطبعة: الأولى، 1415 هـ -1994 م، وزارة الأوقاف السعودية -الجامعة الإسلامية
49. العظيم أبادي، أبو عبد الرحمن شمس الحق محمد أشرف بن أمير بن علي الصديقي، عون المعبود شرح سنن أبي داود، الطبعة الثانية 1995م، دار الكتب العلمية –بيروت
50. العقيلي، أبو جعفر محمد بن عمر بن موسى، الضعفاء الكبير، تحقيق عبد المعطي أمين قلعجي، الطبعة الأولى، 1404هـ/1984م، دار المكتبة العلمية –بيروت
51. العلائي، صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي العلائي (ت761هـ)، جامع التحصيل في أحكام المراسيل، تحقيق حمدي السلفي، الطبعة الثانية (1407هـ/1986م)، عالم الكتب –بيروت
52. القشيري، أبو القاسم عبد الكريم بن هوازن بن طلحة (ت465هـ)، الرسالة القشيرية، تحقيق محمد عبد الرحمن المرعشلي، الطبعة الأولى 1419هـ/1998م، دار إحياء التراث العربي –بيروت
53. الكتاني، عبد الحي بن عبد الكبير، فهرس الفهارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشيخات والمسلسلات، تحقيق الدكتور إحسان عباس، الطبعة الثانية 1402هـ/1982م، دار الغرب الإسلامي –بيروت
54. اللالكائي، أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة، تحقيق الدكتور أحمد سعد حمدان، 1402هـ، دار طيبة –الرياض
55. المباركفوري، أبو العلاء محمد بن عبد الرحمن بن عبد الرحيم (ت1353هـ)، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، تحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف، الطبعة الثانية (1383هـ/1963م)، المدينة المنورة
56. المزي، جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن الحافظ (ت742هـ)، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، تحقيق الدكتور بشار عواد معروف، الطبعة الأولى 1400هـ/1980م، مؤسسة الرسالة –بيروت

57. ابن معين، أبو زكريا يحين بن معين (ت238هـ)، تاريخ ابن معين رواية الدوري، تحقيق الدكتور أحمد بن محمد نور سيف، الطبعة الأولى 1399 هـ، مركز البحث العلمي بجامعة أم القرى -مكة المكرمة

58. المقدسي، ضياء الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد الحنبلي، الأحاديث المختارة، تحقيق الدكتور عبد الملك بن عبد الله بن دهيش، الطبعة الأولى 1410هـ، مكتبة النهضة الحديثة - مكة المكرمة

59. مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري (ت261هـ)، صحيح مسلم، إخراج فريق بيت الأفكار الدولية، طبعة 1419هـ، بيت الأفكار الدولية –الرياض

60. الملا، نور الدين علي بن محمد بن سلطان القاري (ت1014هـ)، الأسرار المرفوعة في الأحاديث الموضوعة، تحقيق محمد الصباغ، طبعة 1391هـ/1971م، دار الأمانة / مؤسسة الرسالة –بيروت

61. الموصلي، أبو مسعود المعافى بن عمران بن نفيل (ت185هـ)، الزهد، الإصدار الثاني من المكتبة الشاملة

62. ابن ناصر الدين، شمس الدين محمد بن عبد الله الدمشقي (ت842هـ)، توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم، حققه محمد نعيم العرقسوسي، الطبعة الأولى 1414هـ، مؤسسة الرسالة –بيروت

63. النبهاني، يوسف بن إسماعيل (ت1350هـ)، الفتح الكبير في ضم الزيادة للجامع الصغير، دار الكتاب العربي –بيروت

64. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب (ت303هـ)، السنن الكبرى، تحقيق الدكتور عبد الغفار البنداري، وسيد كسروي، الطبعة الأولى 1411 هـ، دار الكتب العلمية –بيروت

65. أبو نعيم الحافظ، أحمد بن عبد الله بن إسحاق الأصبهاني (ت430هـ)، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، الطبعة الأولى 1394هـ، مطبعة السعادة بمصر

66. وكيع، محمد بن خلف بن حيَّان الملقب بوكيع (ت 306هـ)، أخبار القضاة، تحقيق عبد العزيز مصطفى المراغي، الطبعة الأولى 1366هـ/1947م، المكتبة التجارية الكبرى – القاهرة

67. الهندي، علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، تحقيق محمود عمر الدمياطي، الطبعة الأولى، 1419هـ/1998م، دار الكتب العلمية –بيروت

68. أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي، المعروف بابن سعد (المتوفى: 230هـ)، الطبقات الكبرى، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1410 هـ - 1990 م

69. ابن قتيبة، أبو محمد عبد الله بن مسلم الدينوري (المتوفى: 276هـ)، المعارف، تحقيق: ثروت عكاشة، الطبعة: الثانية، 1992 م، الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة

70. ابن خلكان، أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر البرمكي الإربلي (المتوفى: 681هـ)، وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، تحقيق: إحسان عباس، دار صادر –بيروت

71. محمد بن مكرم بن منظور الأفريقي المصري، لسان العرب، دار صادر –بيروت

72. إبراهيم مصطفى ـ أحمد الزيات ـ حامد عبد القادر ـ محمد النجار، المعجم الوسيط، تحقيق: مجمع اللغة العربية، دار الدعوة
73. يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277هـ)، المعرفة والتاريخ، تحقيق اكرم ضياء العمرى، الطبعة: الثانية، 1401 هـ-1981 م، مؤسسة الرسالة، بيروت
74. ابن رجب، أبي الفرج عبد الرحمن بن أحمد الحنبلي، (736هـ-795هـ)، شَرْحُ عِلَلِ التِّرْمِذِيِّ لابن رجب، تحقيق: د.نور الدين عتر، مع مقدمة تحقيق د.همام عبد الرحيم سعيد، دارالملاح للطبعة والنشر
75. السيد أبو المعاطي وآخرون، الجامع في الجرح والتعديل، عالم الكتب
76. الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي (المتوفى: 385هـ)، سؤالات الحاكم النيسابوري، تحقيق: د. موفق بن عبد الله بن عبد القادر، الطبعة: الأولى، 1404، مكتبة المعارف –الرياض
77. الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (المتوفى: 748هـ)، المغني في الضعفاء، تحقيق: الدكتور نور الدين عِتر، دار إحيا التراث الإسلامي، كويت
78. الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (المتوفى: 748هـ)، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، تحقيق: علي محمد البجاوي، الطبعة: الأولى، 1382 هـ -1963 م، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت –لبنان
79. الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (المتوفى: 748هـ)، سير أعلام النبلاء، تحيقق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، الطبعة: الثالثة، 1405 هـ / 1985 م، مؤسسة الرسالة-بيروت
80. الزبيري، مصعب بن عبد الله بن مصعب، أبو عبد الله (المتوفى: 236هـ)، نسب قريش، تحقيق: ليفي بروفنسال، الطبعة الثالثة، دار المعارف، القاهرة
81. محمد بن حبان البستي أبو حاتم، روضة العقلاء ونزهة الفضلاء، تحقيق: محمد محي الدين عبد الحميد، دار الكتب العلمية -بيروت، 1397هـ-1977ء
82. محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنوي الهندي، أبو الحسنات (المتوفى: 1304هـ)، التعليق الممجد على موطأ محمد (شرح لموطأ مالك برواية محمد بن الحسن)، تعليق وتحقيق: تقي الدين الندوي، الطبعة: الرابعة، 1426 هـ -2005 م، الناشر: دار القلم، دمشق
83. علي بن حسام الدين المتقي الهندي، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الناشر: مؤسسة الرسالة -بيروت 1989 م
84. أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: 327هـ)، المراسيل، تحقيق: شكر الله نعمة الله قوجاني، الطبعة: الأولى، 1397ه، مؤسسة الرسالة –بيروت
85. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: 840هـ)، إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحقيق أبو تميم ياسر بن إبراهيم، الطبعة: الأولى، 1420 هـ -1999 م، دار الوطن للنشر، الرياض
86. عبد العظيم بن عبد القوي المنذري أبو محمد، الترغيب والترهيب، تحقيق: إبراهيم شمس الدين، الطبعة الأولى ،1417ه، دار الكتب العلمية –بيروت

87. ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: 273هـ)، السنن، المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، الطبعة: الأولى، 1430 هـ - 2009 م، دار الرسالة العالمية

88. ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن أبي شيبة ابراهيم بن عثمان ابن أبي بسكر الكوفي العبسي (المتوفي: 235 هـ)، المصنف، تحقيق سعيد اللحام، دار الفكر

89. السخاوي، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن (ت902هـ)، لجواهر والدّرَر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر، تحقيق ابراهيم باجس عبد المجيد، الطبعة الأولى 1419هـ، دار ابن حزم- بيروت

90. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب (ت303هـ)، السنن الكبرى، أبواب: التعزيرات والشهود، رقم (7346)، تحقيق عبد الغفار البنداري، وسيد كسروي، الطبعة الأولى 1411 هـ، دار الكتب العلمية –بيروت

91. الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري (ت405هـ)، المستدرك على الصحيحين، الطبعة: 1406هـ/1986م، دار المعرفة –بيروت

92. أبو عثمان سعيد بن منصور بن شعبة الخراساني الجوزجاني (المتوفى: 227هـ)، سنن سعيد بن منصور، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الطبعة: الأولى، 1403هـ -1982م، الدار السلفية –الهند

93. ابن أبي الدنيا، عبد الله بن محمد أبو بكر القرشي، التواضع والخمول، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، الطبعة الأولى، 1409 -1989 دار الكتب العلمية –بيروت

94. عبد العزيز بن مرزوق الطريفي، التحجيل فى تخريج مالم يخرج من الاحاديث والاثارفى ارواءالغليل، الطبعة الاولى،1422ه، مكتبة الرشد، الرياض

95. أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار [215ه -292ه]، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة

96. أحمد بن علي بن المثنى أبو يعلى الموصلي التميمي، مسند أبي يعلى، تحقيق حسين سليم أسد، الطبعة الأولى،1404هـ-1984ء، دار المأمون للتراث -دمشق

97. أبو حاتم محمد بن حبان البستي، المجروحين، تحقيق محمود إبراهيم زايد، دار الوعي –حلب

98. بدر الدين العينى، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى (المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي –بيروت

99. أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى: 255هـ)، مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، تحقيق حسين سليم أسد الداراني، الطبعة: الأولى، 1412 هـ -2000 م، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية

100. الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني المتوفى سنة 852 ه، الإصابة في تمييز الصحابة، تحقيق علي محمد البجاوي، الطبعة الأولى،1412، دار الجيل-بيروت

101. أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي المعروف بالخطابي (المتوفى: 388هـ)، غريب الحديث، تحقيق: عبد الكريم إبراهيم الغرباوي، الطبعة: 1402هـ -1982م، دار الفكر

102. د. حيدر عيدروس علي، إمتاع الرفقة بتمحيص إتحاف الفرقة برفو الخرقة،

103. الشاه ولي الله الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن وجيه الدين (المتوفى: 1176هـ)، حجة الله البالغة، تحقيق السيد سابق، الطبعة: الأولى، 1426هـ -2005م، دار الجيل، بيروت –لبنان

104. محمد طاهر بن علي الهندي الفَتّنِي، تذكرة الموضوعات وفي ذيلها قانون الموضوعات والضعفاء، الطبعة الاولى 1373ھ، إدارة الطباعة المنيرية، القاهرة

105. أبو الخطاب عمر بن حسن الأندلسي الشهير بابن دحية الكلبي (المتوفى: 633هـ)، أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين في رجب، تخريج: محمد ناصر الدين الألباني، تحقيق زهير الشاويش، الطبعة: الأولى -1419 هـ، المكتب الإسلامي –بيروت

106. أبي الحسن علي بن محمد بن عرّاق الكناني، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، تحقيق عبد الله بن محمد الغماري وآخرون، دار الكتب العلمية

107. إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى: 790هـ)، الاعتصام، تحقيق: مشهور بن حسن، مكتبة التوحيد

108. أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ)، تهذيب الأسماء واللغات، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان

109. أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان الأنصاري المعروف بأبِي الشيخ الأصبهاني (المتوفى: 369هـ)، العوالي، تحقيق مسعد السعدني، دار الكتب العلمية، 1417 هـ -1996 م

110. Brill Encyclopedia of Islam

111. Wikipedia.org

## الحواشي

---

i

وادی القری: مدینہ سے 100/70کلو میٹر کے فاصلے پر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ اس وادی میں اسلام سے پہلے کافی بستیاں موجود تھیں لیکن امتداد زمانہ سے ان کا وجود مٹ گیا۔ ان میں سے اب کوئی بھی بستی آباد نہیں۔

تاریخی اعتبار سے دراصل یہ بستیاں عادوثمود کے مساکن میں سے تھیں بعد ازاں یہودیوں نے عمالقہ سے مار کھانے کے بعد اس علاقے کو اپنا مسکن قرار دیا۔ خیبر سے اپنی قربت کی بناء پر فتح خیبر کے بعد یہ بھی اسلام کے سایہ عاطفت میں آگئیں۔
صاحب معجم البلدان لکھتے ہیں
وادی القری: واد بین الشام والمدینة وھو بین تیماء وخیبر فیہ قری کثیرة وبھا سمی وادی القری
خیبر اور تیما کے درمیان تقریباً250کلومیٹر کی مسافت ہے (أطلس سیرت النبی ص100)

القریٰ دراصل العلاء کے علاقہ کی ہی ایک وادی ہے جو خلافت عثمانیہ میں حجاز ریلوے لائن کے مدینہ-دمشق راستے کا ایک ریلوے سٹیشن تھا اور دمشق سے تقریباً980 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے مشہور مدائن صالح اس سے قریب ہی ہے۔

ii

نہ جانے قادری صاحب نے اس عنوان سے یہ کتاب کیوں لکھی جبکہ ان کے نزدیک بھی حضرت حسن بصریؒ کی پرورش حجاز کی وادی القریٰ میں ہی ہوئی ۔ شاید کتابوں کی تعداد بڑہانے کے شوق میں ان سے یہ کتاب لکھنے کا فعل بھی سر زد ہو گیا۔ واللہ اعلم بحقیقتہ

iii

ابن سعد، ابن قتیبہ اور ابن خلکان نے انکے دودھ پینے کے حوالے سے جو باتیں نقل کی ہیں ان کا حاصل یہی ہے کہ حضرت حسن دودھ پینے تک یا بچپن کا تھوڑا عرصہ تو مدینہ میں ہی تھے۔ اور اسکے بعد ان کی پرورش وادی القریٰ میں ہوئی۔

iv

انہوں نے غالباً خطبہ جمعہ سنا ہوگا جس میں خطیب کھڑے ہو کر خطبہ دیتا ہے اور پھر درمیان میں بیٹھ کر دوبارہ کھڑا ہو کر خطبہ دیتا ہے

v

کہنے کی حد تک قادری صاحب کی یہ کتاب 93 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ در حقیقت اس کے صفحات کی تعداد اس سے نصف، بلکہ اس بھی کم، ہے ۔ کیونکہ بنیادی طور پر یہ کتاب ایک ہی جلد میں عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ چھپی ہے۔اردو ترجمہ کسی اور نے کیا ہے۔صفحہ نمبر 14 سے شروع ہو کر آخر کتاب تک جانے والا قادری صاحب کااکثر کلام مستعار ہے۔ علامہ سیوطی سے منسوب کتاب "اتحاف الفرقہ" سے لیا گیا سارا مواد کتاب کا حصہ ہے اسکے علاوہ دیگر حوالہ جات کی عبارتیں اور حوالے۔ فہرست اور، کسی دوسرے شخص کی لکھی، تقدیم اس پر مستزاد۔ ان کو نکالنے کے بعد چند ہی صفحات ایسے ہیں جو شاید قادری صاحب نے خود رقم کئے ہوں۔ واللہ اعلم

vi

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اکثر محدثین کے نزدیک غیر ثابت ہے۔ بعض محدثین نے اسے موضوع - من گھڑت- قرار دیا ہے۔ جبکہ شیعہ اور ان کے ہمنوا حضرات اسے اور دیگر ایسی روایات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے باب میں نہایت شدومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں
-

سعودی عرب کے سابق مفتی أعظم شیخ عبداللہ بن باز نے سابقہ محدثین کے ساتھ ساتھ اپنی تحقیق اورفیصلہ کیا ہے کہ حدیث " أنا مدينة العلم وعلي بابها" کہ میں علم کا شہر ہوں اورعلی اس کا دروازہ ہے، حدیث نہیں بلکہ کسی کا گھڑاہوا قول ہے۔

**ان کی تحقیق سے اقتباس کا اردو مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔**

1- علامہ عجلونی کشف الخفاء میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً مضطرب اورغیر ثابت ہے۔ ایسا ہی امام دارقطنی نے اپنی کتاب العلل میں فرمایا ہے ۔

2-امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ قول بطورحدیث کہ نہیں پہچانا گیا۔

3-امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی کوئی بھی سند صحیح نہیں ۔

4- خطیب بغدادی نے امام یحیی بن معین سے نقل کیا ہے اس قول کو حدیث کہنا سراسر جھوٹ ہے، کیونکہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

5- حافظ ابن الجوزی نے اسے موضوعات یعنی من گھڑت روایات میں شمار کیا ہے اورحافظ ذہبی ودیگرحضرات نے ان کی تائید کی ہے۔

6-امام ابوذرعہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو نقل کرکے (اس کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے) کتنے ہی لوگوں کو شرمندگی اٹھانی پڑی
7-امام ابوحاتم اور یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ یہ روایت بے بنیاد ہے،
8- حافظ ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ محدثین نے اس روایت کو ثابت شدہ تسلیم نہیں کیا۔
9-علامہ دیلمی نے اپنی کتاب الفردوس میں ابن مسعود سے- سند ذکر کیے بغیر- مرفوعاً روایت بیان کی ہے جس میں ہے کہ میں علم کا شہر ہوں۔ ابوبکراس کی بنیاد ہیں۔ عمر اس کی دیوار یں ہیں۔ عثمان اس کی چھت ہیں اورعلی اس کا دروازہ ہیں۔
10-ایسے ہی حضرت انس سے ایک مرفوع روایت بیان کی گئی ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور معاویہ اس کی کنڈی ہیں۔
11-حافظ سخاوی اپنی کتاب المقاصد میں کہتے ہیں کہ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ تمام روایات عامیانہ الفاظ پرمشتمل اور ضعیف ہیں۔
12-علامہ نجم الدین کہتے ہیں:"یہ تمام روایات ضعیف اور حددرجہ کمزور ہیں۔"
شیخ ابن باز سارے اقوال ذکر کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ لکھتے ہیں:" قلت بل هي موضوعة بلا شك " میں کہتا ہوں کہ یہ روایات بلا شک وشبہ موضوع ہیں۔
تنبیہ: شیخ ابن باز کے الفاظ کا اردو مفہوم عربی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔
شیخ ابن باز کے الفاظ:

الحديث التاسع عشر

حديث: (أنامدينة العلم وعلى بابها)

قال العجلونی فی کشف الخفاء، وهذا حديث مضطرب غير ثابت، كما قال الدارقطنی فی العلل، وقال الترمذی: منكر، وقال البخاری: ليس له وجه صحيح، نقل الخطيب البغدادی عن يحيی بن معين أنه قال: انه كذب لا أصل له ۔ وذكره ابن الجوزی فی الموضوعات، ووافقه الذهبي وغيره، وقال أبو ذرعة كم خلق افتضحوا فيه، وقال أبوحاتم ويحيى بن سعيد: لا أصل له، وقال ابن دقيق العيد: لم يثبتوه۔ وروى الديلمی بلا إسناد عن ابن مسعود ورفعه: ((أنا مدينة العلم وأبوبكرأساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلی بابها)) روى أيضا عن أنس مرفوعا: ((أنا مدينة العلم وعلی بابها ومعاوية حلقتها)) ۔ قال فی المقاصد: وبا لجملة فكلها ضعيفة وألفاظ أكثرها ركيكة۔ وقال النجم: كلها ضعيفة واهية ۔ قلت: بل هي موضوعة بلا شك، والله ولی التوفيق

(التحفة الكريمة فی بيان كثير الأ حاديث الموضوعة والسقيمة، الحديث التاسع عشر، ص43-44)

vii

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:
"انه اورد المزی هذا الرواية الآتية فی التهذيب عن طريق ابی نعيم قال ثنا ابو القاسم عبد الرحمن بن العباس بن عبد الرحمن بن زكريا ثنا ابو حنيفة محمد بن صفية الواسطی ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْجَرَشِيُّ ، ثنا ثُمَامَةُ بْنُ عُبَيْدَةَ ثنا عَطِيَّةُ بْنُ مُحَارِبٍ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ ، قَالَ سَأَلْتُ الحسن قلت يا ابا سعيد ، انک تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وَإِنَّكَ لَمْ تُدْرِكْهُ -- قَالَ: يَابْنَ أَخِي لَقَدْ

سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ وَلَوْلا مَنْزِلَتُكَ مِنِّي مَا أَخْبَرْتُكَ ـ إِنِّي فِي زَمَانٍ كَمَا تَرَى، وَكَانَ فِي عَمَلِ الْحَجَّاجِ ، كُلُّ شَيْءٍ سَمِعْتَنِي أَقُولُهُ ـ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَهُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ غَيْرَ أَنِّي فِي زَمَانٍ لا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَذْكُرَ عَلِيًّا"
سیوطی، الحاوی للفتاوی، ص 102

viii

یہ عباس بن علی معرکہ کربلا میں حضرت حسین کے ساتھ شریک تھے

ix

حضرت علیؓ کے یہ سب صاحبزادے علوی کہلاتے تھے کیونکہ یہ صرف باپ کی طرف سے ہاشمی تھے جبکہ ماں کی طرف سے خاندان ہاشمی سے تعلق نہ رکھتے تھے

x

تفصیل کے خواہشمند کتب انساب مثلاً انساب الاشراف للبلاذري، نسب قريش للمصعب الزبيري، مهرة انساب العرب لابن حزم اور المعارف لابن قتيبة الدينوري وغیرہ کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

xi

قادری صاحب اور ان کے"ریسرچ سکالرز" سے گذارش ہے کہ وہ خلیل بن عبد اللہ کا پتہ بتاکر اہل علم پر احسان کریں یا پھر دیگر "منہا جینز "کو اس کی تلاش پر لگا کر "ثواب دارین" حاصل کرنے کی سعی فرمائیں۔

xii

علامہ البانیؒ **سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة (1/153) میں** لکھتے ہیں:

قلت: وهذا سند ضعيف، وعلي بن زيد بن جدعان ضعيف كما قال الحافظ في " التقريب "، وقال شعبة بن الحجاج: حدثنا علي بن زيد وكان رفاعا يعني أنه كان يخطيء فيرفع الحديث الموقوف

علامہ موصوف ایک دوسرے مقام (2/263) پر لکھتے ہیں:

قلت: وهذا سند ضعيف من أجل علي بن زيد بن جدعان، فإنه ضعيف كما قال أحمد وغيره، وبين السبب الإمام ابن خزيمة فقال: " لا أحتج به لسوء حفظه "

xiii

**علي بن زيد بن جدعان**

قال المزي في تهذيب الكمال
(بخ م د ت س ق): على بن زيد بن جدعان، و هو على بن زيد بن عبد الله بن أبى مليكة، واسمه زهير بن عبد الله بن جدعان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة القرشى التيمى، أبو الحسن البصري المكفوف، مكي الأصل.
قال الزبير بن بكار: أمه أم ولد. اهـ.
وقال المزى:
ذكره محمد بن سعد فى الطبقة الرابعة من أهل البصرة، وقال: ولد و هو أعمى، وكان كثير الحديث، وفيه ضعف، ولا يحتج به.
وذكره خليفة بن خياط فى الطبقة الخامسة، وقال: أمه أم ولد.
وقال صالح بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: ليس بالقوى، وقد روى الناس عنه.
وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل: سئل أبى: سمع الحسن من سراقة؟ قال: لا، هذا على بن زيد ـ يعنى: يرويه، كأنه لم يقنع به.
وقال أيوب بن إسحاق بن سافرى: سألت أحمد عن على بن زيد، فقال: ليس بشىء.
وقال حنبل بن إسحاق بن حنبل: سمعت أبا عبد الله يقول: على بن زيد ضعيف الحديث.

.وقال عثمان بن سعید الدارمی، عن یحیی بن معین: لیس بذاك القوی
.وقال معاویة بن صالح، عن یحیی بن معین: ضعیف
.وقال أبو بکر بن أبی خیثمة، عن یحیی بن معین: لیس بذاك
.وقال مرة أخری: ضعیف فی کل شیء
.وقال عباس الدوری، عن یحیی بن معین: لیس بشیء
.وقال فی موضع آخر: لیس بحجة
وقال فی موضع آخر: علی بن زید أحب إلی من ابن عقیل، ومن عاصم بن عبید الله

.وقال أحمد بن عبد الله العجلی: یکتب حدیثه، ولیس بالقوی
.وقال فی موضع آخر: کان یتشیع، لا بأس به
.وقال یعقوب بن شیبة: ثقة، صالح الحدیث، وإلی اللین ما هو
وقال إبراهیم بن یعقوب الجوزجانی: واهی الحدیث، ضعیف، فیه میل عن القصد،
.لا یحتج بحدیثه
.وقال أبو زرعة: لیس بقوی
وقال أبو حاتم: لیس بقوی، یکتب حدیثه، ولا یحتج به، وهو أحب إلی من یزید
.ابن أبی زیاد، وکان ضریرا، وکان یتشیع
.وقال الترمذی: صدوق إلا أنه ربما رفع الشیء الذي (یوقفه) غیره
.وقال النسائی: ضعیف
.وقال أبو بکر بن خزیمة: لا أحتج به لسوء حفظه
وقال أبو أحمد بن عدی: لم أر أحدا من البصریین، وغیرهم امتنعوا من الروایة
.عنه، وکان یغلی فی التشیع فی جملة أهل البصرة، ومع ضعفه یکتب حدیثه
.وقال الحاکم أبو أحمد: لیس بالمتین عندهم
.وقال الدارقطنی: أنا أقف فیه، لا یزال عندی فیه لین
.وقال معاذ بن معاذ، عن شعبة: حدثنا علی بن زید قبل أن یختلط
.وقال أبو الولید وغیر واحد، عن شعبة: حدثنا علی بن زید، وکان رفاعا
وقال إبراهیم بن عبد الله بن الجنید: قال رجل لیحیی بن معین وأنا أسمع: علی
ابن زید اختلط؟ قال: ما اختلط علی بن زید قط، ثم قال یحیی: حماد بن سلمة
.أروی عن علی بن زید
وقال سلیمان بن حرب، عن حماد بن زید: حدثنا علی بن زید، وکان یقلب
.الأحادیث

**xiv**

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہونوہاں موجود پبلک یاپرائیویٹ کتب خانوں (لائبریریوں) میں مسند ابی یعلٰی کا کوئی ایسا نسخہ تلاش کریں جس میں جناب قادری کی مذکورہ روایت موجود ہو۔ یہ دنیائے علم پر ایک عظیم احسان ہوگا۔ (لیکن بصد احترام عرض ہے کہ وہ "مصنف عبد الرزاق کے مفقود جزء " جیسی "دریافت"نہ ہو بلکہ اصلی ہو۔)

**xv**

علامہ جلال الدین سیوطی متعدد کتب کے مصنف ہیں اور ان کی نظر احادیث اور رجال پر تھی۔ ان کی بالغ نظری سے یہ بات بعید نظر آتی ہے کہ وہ اس طرح کی غلطی کریں۔ لہذا یہ ایک اور ثبوت ہے کہ مذکورہ رسالہ علامہ سیوطی کی طرف جھوٹا منسوب ہے ۔ دراصل یہ رسالہ ان کا نہیں ہے۔ کیونکہ محمد بن صدران السلمی اور عبداللہ بن میمون المرائی کے ناموں کا اختلاف بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ انساب پر ہی ان کی ایک مستقل کتاب "لب اللباب فی تحریر الانساب "موجود ہے ۔

**xvi**

علامہ سیوطی لکھتے ہیں

فإن لیث بن أبي سلیم متفق علی ضعفه قال فیه أحمد بن حنبل: مضطرب الحدیث. وقال: ما رأیت یحیی بن سعید أسوأ رأیاً في أحد منه في لیث لا یستطیع أحد أن یراجعه فیه، وقال فیه ابن معین، والنسائي: ضعیف، وقال ابن معین: لیث أضعف من عطاء بن السائب، وقال عثمان ابن أبي شیبة: سألت جریراً عن لیث، وعن عطاء بن السائب، وعن یزید بن أبي زیاد فقال: کان یزید

أحسنهم استقامة في الحديث ثم عطاء وكان ليث أكثرهم تخليطاً، قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: وسألت أبي عن هذا فقال: أقول كما قال جرير، وقال إبراهيم بن سعيد الجوهري: حدثنا يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد القطان أنه كان لا يحدث عن ليث بن أبي سليم، وقال عمرو بن علي: كان يحيى لا يحدث عن ليث بن أبي سليم، وقال أبو معمر القطيعي: كان ابن عيينة يضعف ليث بن أبي سليم، وقال علي ابن المديني: قلت لسفيان إن ليثاً روى عن طلحة بن مصرف عن أبيه عن جده أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلّم يتوضأ فأنكر ذلك سفيان وعجب منه أن يكون جد طلحة لقي النبي صلى الله عليه وسلّم، وقال علي بن محمد الطنافسي: سألت وكيعاً عن حديث من حديث ليث بن أبي سليم فقال: ليث ليث! كان سفيان لا يسمي ليثاً، وقال قبيصة، قال شعبة لليث بن أبي سليم: أين اجتمع لك عطاء، وطاووس، ومجاهد؟ فقال إذ أبوك يضرب بالخف ليلة عرسه، فما زال شعبة متقياً لليث مذ يومئذ، وقال أبو حاتم: أقول في ليث كما قال جرير بن عبد الحميد، وقال ابن أبي حاتم: سمعت أبي، وأبا زرعة يقولان: ليث لا يشتغل به وهو مضطرب الحديث، وقال أبو زرعة أيضاً: ليث لا تقوم به الحجة عند أهل العلم بالحديث، وقال مؤمل بن الفضل: قلنا لعيسى بن يونس لم تسمع من ليث بن أبي سليم؟ قال: قد رأيته وكان قد اختلط وكان يصعد المنارة ارتفاع النهار فيؤذن، وقال ابن حبان: اختلط في آخر عمره."

xvii

لہذا یہ ایک اور واضح دلیل ہے کہ "اتحاف الفرقۃ" علامہ سیوطی کی کتاب /رسالہ نہیں ہے ۔ جب یہ رسالہ مشکوک تو اوپر مذکورہ روایت بدرجہ اول مشکوک۔ اور اس سے استدلال کی حیثیت بہت ہی مشکوک ـــ

xviii

عیسی القصار کے حالات کا دستیاب نہ ہونا اور اس کا ایک مجہول راوی ہونا اور پھر اس روایت کا اس کے حوالے سے علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی للفتاوی میں موجودہ رسالہ اتحاف الفرقۃ میں پایا جانا ایک صریح دلیل ہے کہ "اتحاف الفرقہ برفو الخرقۃ" علامہ سیوطی کا رسالہ نہیں۔ ورنہ اس طرح کے مجاہیل کی روایات اس رسالہ میں نہ ہوتی۔

xix

أنَّ الجمهور أطبقوا على أنَّه لم يسمع من أبي هريرة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مع أنَّه في تلك المدَّة كان أبو هريرة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فيها وفيما بعدها قد تصدَّى للتَّحديث، وطول عمره، فلو كان الحسن يتشاغل بطلب الحديث، لحصل له عن أبي هريرة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الشَّيء الكثير، لإقامتهما بالمدينة تلك المدَّة

xx

حَدِيثُ (لُبْسُ الْخِرْقَةِ الصُّوفِيَّةِ وَكَوْنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ لَبِسَهَا مِنْ عَلِيٍّ) قَالَ ابْنُ دِحْيَةَ وَابْنُ الصَّلَاحِ إِنَّهُ بَاطِلٌ وَكَذَا قَالَ شَيخنَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ طُرُقِهَا مَا يَثْبُتُ وَلَمْ يَرِدْ فِي خَبَرٍ صَحِيحٍ وَلَا حَسَنٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ الْخِرْقَةَ عَلَى الصُّورَةِ الْمُتَعَارَفَةِ بَيْنَ الصُّوفِيَّةِ لِأَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا أَمَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ بِفِعْلِ ذَلِكَ وَكُلُّ مَا يُرْوَى فِي ذَلِكَ صَرِيحًا فَبَاطِلٌ ثُمَّ قَالَ مِنَ الْكَذِبِ الْمُفْتَرَى قَوْلُ مِنْ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا أَلْبَسَ الْخِرْقَةَ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ فَإِنَّ أَئِمَّةَ الْحَدِيثِ لَمْ يُثْبِتُوا لِلْحَسَنِ مِنْ عَلِيٍّ سَمَاعًا فَضْلًا عَن أَن يلْبسهُ الْخِرْقَة وَلَمْ يَنْفَرِدْ بِهِ شَيْخُنَا بَلْ سَبَقَهُ إِلَيْهِ جَمَاعَةٌ حَتَّى مَنْ لَبِسَهَا وَأَلْبَسَهَا كَالدُّمْيَاطِيِّ وَالذَّهَبِيِّ وَابْنِ حِبَّانَ وَالْعَلَائِيِّ وَالْعِرَاقِيِّ وَابْنِ الْمُلَقِّنِ وَالْبُرْهَانِ الْحَلَبِيِّ وَابْن نَاصِر الدّين

xxi

وهذا يدل على أكاذيب الصوفية في كل سند لهم يصل دعوتهم إلى سيدنا علي بن أبي طالب. ومثله كذب الطريقة (المولوية) ومن يدعي أن سند طريقتهم إلى سيدنا أبي بكر الصديق

xxii

علامہ سیوطی کی اس شہرت کے حوالہ سے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی "عجالہء نافعہ" اور" بستان المحدثین" کی طرف مراجعت مفید ہوسکتی ہے۔

xxiii

دیکھنے کی عمرکی یہاں قطعاً کوئی وضاحت نہیں ہے یہ عمر 4/5/6/7یا14سال میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ اور قرائن یہ بتاتے ہیں کہ ابتدائی تین چار سال ہی ہو سکتے ہیں ۔

xxiv

قال الإمام مسلم رحمه الله:

" وَإِنَّمَا أَلْزَمُوا أَنْفُسَهُمْ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذَلِكَ حِينَ سُئِلُوا لِمَا فِيهِ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذْ الْأَخْبَارُ فِي أَمْرِ الدِّينِ إِنَّمَا تَأْتِي بِتَحْلِيلٍ أَوْ تَحْرِيمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيبٍ أَوْ تَرْهِيبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِي لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ آثِمًا بِفِعْلِهِ ذَلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِينَ إِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْأَخْبَارَ أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَاذِيبُ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَأَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مَقْنَعٍ وَلَا أَحْسِبُ كَثِيرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنْ النَّاسِ عَلَى مَا وَصَفْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الضِّعَافِ وَالْأَسَانِيدِ الْمَجْهُولَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيهَا مِنْ التَّوَهُّنِ وَالضَّعْفِ إِلَّا أَنَّ الَّذِي يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالِاعْتِدَادِ بِهَا إِرَادَةُ التَّكَثُّرِ بِذَلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنْ الْحَدِيثِ وَأَلَّفَ مِنْ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هَذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا نَصِيبَ لَهُ فِيهِ وَكَانَ بِأَنْ يُسَمَّى جَاهِلًا أَوْلَى مِنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى عِلْمٍ"

(مقدمة صحيح مسلم، باب الْكَشْفِ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ)

اور ائمہ حدیث نے راویوں کا عیب کھول دینا ضروری سمجھا اور اس بات کا فتوی دیا جب ان سے پوچھا گیا اس لئے یہ بڑا اہم کام ہے کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کے لئے کافی ہوگی یا حرام ہونے کے لئے یا کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت یا وہ رغبت وخوف کے متعلق ہوگی تو یہ تمام احکام ونواہی احادیث پر موقوف ہیں جب حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ روایت کا اقدام کرے اور بعد والے اس راوی کی ثقاہت کے باوجود دوسرے کو جو اس کو غیر ثقہ کے طور پر نہ جانتا ہو اس کی کوئی روایت بیان کرے اور اصل راوی کے احوال پہ کوئی تنقید وتبصرہ نہ کریں تو یہ مسلم عوام کے ساتھ خیانت اور دھوکا ہوگا کیونکہ ان احادیث میں بہت سی احادیث موضوع اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے نا واقفیت کی بناء پر ان احادیث پر عمل کرے گی تو اس کا گناہ اس راوی پر ہوگا جس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس حدیث کو سننے والوں کی غیر معمولی تعداد مسلمانوں کی لاعلمی کی وجہ سے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے گناہگار ہو کیونکہ واقعہ میں وہ حدیث ہی نہیں یا کم از کم اس میں تغیر وتبدل کم بیشی تراش خراش کردی گئی علاوہ ازیں جبکہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ رواۃ نے بیان کیا ہے اس قدر کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں ان باطل اور من گھڑت روایات کی مطلقا ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اس تحقیق کے بعد میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول غیر ثقہ اور غیر معتبر راویوں کی احادیث نقل کرے گا خصوصا جبکہ وہ سند حدیث سے مطلع ہو۔ سوائے اس شخص کے جو لوگوں کے نزدیک اپنا

کثرت علم ثابت کرنا چاہیں کہ لوگ کہیں کہ وہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ باطل وموضوع اور من گھڑت اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کرنے میں تامل نہیں کرے گا تاکہ لوگ اس کی وسعت علم وکثرت روایات پر داد دیں **لیکن جو شخص ایسے باطل طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کی بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔**